

سہ ماہی "الانتفاع" برطانیہ

卷之四

تعلیمی کام کے بارے میں علماء کرام کی آرائشیں

جلد ۲ ..... شعبان - رمضان ۱۴۲۵ھ ..... (شماره ۳)

مرتب

حضرت مولانا مفتی اختر امام عادل القاسمی مدظلہ

۱۰۰

ابراہیم یوسف باوا رنگونی ثم تبلیغی مدظلہ

امدادیہ دار التبلیغ  
IMDADIA DARUT TABLEEGH

15 STRATTON ROAD, GLOUCESTER GL1 4HD, ENGLAND.

**[Phone/Fax UK: 01452-306623; International: 0044-1452-306623]**

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سه ماهی، "التبلیغ"، (عمومت و تبلیغ نمبر)

مولا نامہ مفتی اختر امام عادل مدظلہ  
: مرتب

۹۱ :: :)

سن طباعت (اول) : ۱۰۰۰ عدد ۲۰۰۳ء (انڈیا)

سن طباعت (دوم) : ۲۲۰۰ عدد ۲۰۰۴ء (پاکستان)

.....

(لیسٹریڈ پر عرض کریں اور جوابی لفافہ بھیجیں)

**نمائش:** ابراہیم یوسف باوا رگونی تم تبلیغی

امدادیہ دارالتبلیغ (عالمی دفتر)

15 STRATTON ROAD, GLOUCESTER GL1 - 4HD, ENGLAND,  
[phone/fax (U.K.): 01452-306623 - International: 0044 1452 306623]

٢٢٢

☆ حضرت مولانا احمد نصیر مدظلہ (امیر) کل ہند امدادیہ دارالافتاء (تلخیص)

مہتمم: مدرستہ عربیہ امدادیہ بنارس

**P.O. Box: 2087, Varanasi - 221 002, U.P. India.**

☆ حضرت مولانا پیر جی عبدالقادر انجم مدظلہ (ضلعی امیر: امدادیہ دارالتبلیغ)

مفتی محمد رفیع: مدرسہ اجمیہ تعلیم القرآن

ڈونگہ بونگہ، بہاولنگر، پاکستان

☆ **Haji Ashraf Vaiz**

97 James Street, Preston PR1, Lanc's, England/UK.

**نوٹ :** بلا ترمیم و متنوع اشاعت کی عام اجازت ادارہ سے تحریری حاصل کریں۔

تم افشا کرنا شروع

اداریہ

## خود اختسابی کی ضرورت

یہ است سلسلہ کے زوال کا دور ہے دہائیوں نہیں بلکہ صدیوں پر پھیلی تاریخی اب اپنی آخری صدی کو چھو رہی ہے حالات بگڑتے جا رہے ہیں۔ است کا ملی شخص اور امتیاز خطر کے نشان پر ہے ہزار تدبیریں کی جاتی ہیں۔ مگر تقدیر کے سامنے سب تدبیریں بے بس ہیں۔ مسلمان پریشان ہیں کہ آخر اس دور کا اختتام کب ہوگا؟ اور نصرت الہی اپنے کنز و بندوں پر کب نازل ہوگی؟

عقل حیران ہے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اللہ والوں کے ساتھ اللہ کے وعدے بظاہر پورے نہیں ہو رہے ہیں؟ جو عقائد صاحب ایمان جہاں تک حالات سے دوچار ہے

مقربان را پیش بود حرمانی

ع

آزماشیں اللہ والوں ہی کے لئے ہیں مسائل الہمی کے لئے ہیں جو اللہ کا کام کرتے ہیں اور جو اللہ سے جتنا دور ہے وہ بظاہر اتنا ہی سرور ہے۔۔۔ مسائل و اسباب کی فراوانی انہی کو حاصل ہے جو کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ اور حالات الہمی کے حق میں ہیں۔ جو اپنے کو حالات کے دھارے پر چھوڑے ہوئے ہیں۔۔۔ ایک عجیب نگہ کش کا دور ہے۔۔۔ نمایاں مشاغل دور اس سے پہلے بھی نہیں آیا۔۔۔ تجربہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس دور میں ایمان پر قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ آگ کا انگھڑا تھیلی پر رکھنا۔۔۔۔۔

ایسے موقعہ پر ضرورت ہے کہ انسان صدق دل سے متوجہ ہو اور اپنی ایمانی زندگی کا اختساب کرے۔ اپنی داخلی چھوٹی چھوٹی کنز و یوں پر نگاہ ڈالے جن کی طرف عام حالات میں نگاہ نہیں جاتی جن کو لوگ بالعموم نظر انداز کر دیتے ہیں۔ لیکن جب آدمی امتحان کی منزل میں ہو اور

## مندرجات

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱	اللہ ارادے	۱
۲	عبد بنی کا نظام موت و اصلاح	۲
۳	موت و تبلیغ کا تاریخی تسلسل	۳
۴	میرے بچا جان	۴
۵	حضرت مولانا محمد الیاس کی اصولی برائیات	۵
۶	کلر اور نمازی کی موت پر اسے اسلام کی موت ہے	۶
۷	ایک خط۔ علامہ اور اکابر بنی است کے نام	۷
۸	سوالہ سیرت غیر اور سابقہ اعلیٰ انکار و خیالات۔۔۔	۸
۹	ایسا شخص لقمہ زندہ جو جماعت کی شہرہ کی نہ ہو	۹
۱۰	ان میں کوئی بات عکرات کے قبول کی نہیں ہے	۱۰
۱۱	بعوت کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں	۱۱
۱۲	بلاشبہ بہت سی کمزوریاں ہیں۔ لیکن۔۔۔۔۔	۱۲
۱۳	اموالی طور پر آپ کی موت صحیح ہے	۱۳
۱۴	مذکورہ حقائق کا اعلیٰ انکار ہیں	۱۴
۱۵	علامہ کرام اصلاح کی ضرورت بحث کرتے ہیں	۱۵
۱۶	اصلاح کا گزیر ہے	۱۶
۱۷	اگر کامیاب نہیں اس کی کیا بیزاری ہے	۱۷
۱۸	فحاش کے ذریعہ ایمان کرو دیں کہ لوگوں کو دیا جائے	۱۸
۱۹	بھولا ہوا ستمیاد دلائے کی ضرورت	۱۹
۲۰	جہاں اصلاح کا مساب ضروری ہے	۲۰
۲۱	ستورات کی قطعیت	۲۱
۲۲	تخلی و تمکیم کے لئے عورتوں کا ضروریات	۲۲
۲۳	قادیانوں کا جلسہ کام	۲۳
۲۴	ہمارے ذیلی مراکز	۲۴

اور غیر حقیقی در آمدات میں اتنا زیادہ کرنے کا شعور پیدا کرے۔ جو آفاق سے زیادہ اُٹس پٹا کر کے اور دوسروں سے زیادہ خود کو تلقین کرے۔

یہ ہیں اس رسالہ کے اختیارات و خصوصیات اور ہمارے اغراض و مقاصد۔

اگر اللہ کا فضل اور آپ مخلصین کا یک تعاون شامل حال رہا تو آنسو بھی یہ رسالہ اسی طرح ہمارے سماج میں پھیلی ہوئی کرنروں پر اپنی چمکیں جا رہی رکھے گا۔ ان شاء اللہ۔

سب سے پہلے جماعت تبلیغ کو بطور خاص موضوع بحث اس لئے بنایا گیا کہ یہ ہماری سب سے بڑی دینی اور عوامی جماعت ہے اس کا دائرہ اثر کافی وسیع ہے اس لئے اس کی معمولی فکری یا عملی کمزوری کا اثر بھی زیادہ بڑی سطح پر ہوتا ہے آج کے عمومی زوال و انتشار اور ابتلا و آزمائش کے مشکل ترین دور میں ضرورت تھی کہ پہلے ہم اپنی اس جماعت کا احتساب پیش کریں جس کے اثرات سب سے زیادہ عام ہیں ممکن ہے کہ ہماری سب سے بڑی دینی جماعت کی کمزوریوں کی اصلاح ہمارے دور زوال کے خاتمہ کا سبب بن جائے اور اللہ اس جماعت خیر کی برکت سے پوری امدت مسلّم کرے عظمت و رفرازی سے نواز دے۔ آمین۔

اسی امید و یقین کے اختصاات کے ساتھ ہم اس رسالہ کو عام مسلمانوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ اس میں نہ کوئی راز ہے کہ انکشافِ راز کا حرم عالم نہ ہو۔۔۔۔۔ اور نہ کسی سے عداوت و دشمنی ہے کہ ہماری تفصیلات و مروضات پر فریق کی حیثیت سے نگاہ ڈالی جائے۔۔۔۔۔ اور نہ شہرت و جاہ کی طلب ہے کہ اس کی کوئی امید نہیں۔۔۔۔۔ یہ راستہ تو صرف کامنوں سے لہریز ہے۔۔۔۔۔ یہاں مخالفتوں کے اندیشے ہیں۔۔۔۔۔ جارحانہ حملوں کا خوف ہے۔۔۔۔۔ دوست کو دشمن سمجھ لئے جانے کا ڈر ہے۔۔۔۔۔ کمزوری کو ہنر مان لینے کا خطرہ ہے۔۔۔۔۔ اور حق و انصاف کو جماعت کا اسیر بنادئے جانے کا اندیشہ ہے۔۔۔۔۔ اس لئے کون ہو گا جو شہرت و جاہ کے لئے یہ احتفانہ راستہ اختیار کرے؟۔۔۔۔۔

آزمائش کے دور سے گذر رہا ہو تو اس کی ہر معمول قابل گرفت ہوتی ہے۔ اس کی معمولی غلطی بھی نظر انداز نہیں کی جاتی ہے۔۔۔۔۔ جیسا کہ انسان خود احتسابی کے لئے تیار نہ ہو گا وہ ساری دنیا کے احتساب کا قابل نہیں ہو سکتا۔

خود احتسابی کا یہی وہ احساس ہے جس نے ”دعوت حق“ کے نام سے ہمیں ایک نئے رسالے کے اجراء پر آمادہ کیا ورنہ اور دو صحافت کی دنیا میں رسائل اور جراند کی کمی نہیں ہے اور ایک پر ایک رسالے موجود ہیں۔ لیکن ایسا رسالہ جو ہماری داخلی زندگی کی دینی و فکری کمزوریوں پر پورے انصاف اور دیانت اور پوری جرأت و حق پسندی کے ساتھ روشنی ڈالے اور ان کا علاج تجویز کرے جو جماعتی اور معاشرتی کمزوریوں کا لہ اڑھنے کے بجائے مشکل سے مشکل حالات میں بھی جو جمہوری اصولوں اور مسنونہ کمزوریوں کا لہ اڑھنے کے بجائے مشکل سے مشکل حالات میں بھی لکھ حق کا فریضہ ادا کرنا نہ بھولے۔۔۔۔۔ مجھے معاف کیجئے۔۔۔۔۔ شاید میرے علم و مطالعہ کی کمی ہو۔۔۔۔۔ صحافت کی اس بھری بھری دنیا اور مہینیا کے اس مصروف ترین دور میں ایسے رسالے کیاب نہیں نمایاب ہیں سب کے اپنے اغراض و مقاصد ہیں اور وہ تمام اغراض و مقاصد اپنی جگہ بجا انتخاب اہم ہیں۔ ان کی بھی اس دور کو ضرورت ہے۔ اور ہمیں ان اغراض و مقاصد میں اضافہ ہونا تھا۔ رسالوں کا تعاون کرنا چاہئے۔۔۔۔۔ لیکن ایک رسالہ جو اس دور کی پیداوار نہ ہو جو خود احتسابی کا نتیجہ ہو جو مصرفت حق کے ساتھ مصرفت نفس کا بھی درس دے جو باہر کے ساتھ اندرونی حالات و کیفیات کی بھی عکاسی کرے۔ جو انصاف کے باب میں جماعتی امتیاز کا قائل نہ ہو جو دعوت و تبلیغ کا کلید و راہ ہو مگر اس کو ایک شکل میں محدود کرنے کے بجائے اس کو پوری وسعت کے ساتھ برتنے کا قائل ہو جو ہماری دینی و دعوئی زندگی کے تمام شعبوں میں پھیلی ہوئی کمزوریوں کا احتساب کرے جسے لومہ لائکم کی پرمانہ ہو جو دیگر لوگوں اور سلف صالحین کی روایات کا پابند نہ ہو جو حقیقی

## عہد نبوی کا نظام و دعوت و اصلاح

جناب مولانا تنظیم عالم قادری  
استاذ و دامطوس سیکل اسلام آباد

بشست نبوی کا اصل اور بنیادی مقصد دین حق کی تبلیغ و اشاعت و دعائیت اور عکس

الہی کا اعلان اور خدا کی تائیدیں سے روئے زمین کو پاک کرنا ہے قرآن نے متعدد جگہوں پر

اس مقصد کو واضح کیا ہے ”یلپیہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل

فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس“ (انکوہ ۱۰۷) ”اے خدا کے پیغام کو

پہنچانے والے! تیرے پروردگار کے پاس سے جو کچھ تیری طرف ہے اس کو پہنچا دے اگر تو نے

ایسا نہیں کیا تو تو نے خدا کا پیغام نہیں پہنچایا اور خدا لوگوں سے تیری حفاظت کرے گا۔“

”فما دایع فلیستقم کما اودت“ (شوری ۲) ”لوگوں کو دعوت دے اور مشروطاً تم جس

طرح چاہے سقیم یا کیا ہے۔“ ”فما دایع فلیستقم کما اودت“ (شوری ۲) ”لوگوں کو دعوت دے اور مشروطاً تم جس

قرآن سے مجاہد اس کو جو میری دھمکی سے ڈرتا ہے۔“ ”تبدلک الذی نزل القرآن

علی عبده لیكون للعالمین نذیرا“ (فرقان ۱) ”بہر گشت ہے وہ ذات جس نے حق و

باطل میں امتیاز بنانے والی کتاب اپنے بندہ (ﷺ) پر نازل کی تاکہ وہ سارے جہاں کے

لئے ہشیار و آگاہ کرنے والا ہو۔“

ان کے علاوہ بیسیوں آیتوں میں اس فرض کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔ لفظ ”تبلیغ“ کے

علاوہ انداز تدریس اور دعوت کوئی قرآن نے اس معنی میں استعمال کیا ہے اور مختلف اسلوب و انداز

اور متعدد تفسیرات سے دعوت و تبلیغ کی طرف خاص توجہ دلائی ہے اور اس کے متعلق واضح احکامات

دیئے ہیں یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بعثت تک دعوت و تبلیغ کو اپنا مشن

قارئین سے پوری در دستری اور دوسری کے ساتھ یہ کنڈارش ہے کہ حق و انصاف کے

جذبہ سے رسالہ کا مطالعہ فرمائیں اور اگر اس سے اتفاق ہو تو تعاون فرمائیں اپنے احساسات

کے ذریعہ۔۔۔ خیر یار ہیں کہ۔۔۔ دوستوں کو توجہ دلا کر۔۔۔ ہمیں اپنے خطوط کا لکھ

اصلاحی کوششوں کے ذریعہ۔۔۔ اور اگر کسی بات سے اختلاف ہو تو وہ بھی بے تکلف تحریر

فرمائیں۔ ہم آپ کے جذبات و خیالات کا احترام کریں گے آپ کے خیالات سے خود بھی

مستفید ہو سکتے اور دوسروں کو بھی مستفید کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

میں ایک زمانہ سے جماعت تبلیغ سے وابستہ رہا ہوں عہد طالب علمی سے عہد تدریس

تک مکی بار جماعتوں کے ساتھ کھلا ہوں عرب کی جماعت میں بھی رہا ہوں وادارہ مطہر یومہ بند سے

علماء اور طلباء کی جماعت کے ساتھ مرکز نظام الدین میں رہنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے

میں نے محسوس کیا کہ بعض لوگوں میں جماعت کے طرز عمل کے تعلق سے بعض احساسات پائے

جاتے ہیں جن میں بعض میں کچھ واقفیت بھی موجود ہے مگر جماعتی مفاد اور خدمت دین کا تقاضا

تھا کہ علماء اور اکابر سے رجوع کر کے ان احساسات کی عطفانی کی جائے چنانچہ میں نے گزارش

دہی ان احساسات کو اپنے بعض بزرگوں اور ہندوستان کے ممتاز علماء کو خط کی صورت میں

ارسال کیا۔ بعض بزرگوں کو فرست نہیں ملی بعض نے ضرورت نہیں سمجھی اور بعض کو کوئی اور وجہ پیش

آگئی لیکن جن بزرگوں کے جوابات ملے ان سے محسوس ہوا کہ کچھ کھٹک ان کے دلوں میں بھی

ہے البتہ اس کے اظہار کے سلسلہ میں اختلاف رائے ہے۔ بعض اس کا اظہار مناسب سمجھتے ہیں

اور بعض نہیں سمجھتے۔ بہر حال دعوت و تبلیغ کے تعلق سے دیگر اہم ترین مضامین کے علاوہ وہ خطا اور

اس کے جوابات بھی آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت کچھ جو اس رسالہ

میں آپ مطالعہ کریں گے اور جماعت کے تعلق سے اصلاح پسندانہ رجحانات سے آپ متاثر

ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ ان شاء اللہ۔

(نگران اعلیٰ)



اور وہاں نازک و آواز جزیہ کے وصول کرنے کے لئے عمل بھیجے جاتے تھے وہ اکثر اس وجہ کے لوگ ہوتے تھے جن کا تقدس زہرا اور پاکیزگی مسلم ہوتی تھی اس کے ساتھ وہ عالم اور حافظ بھی ہوتے تھے اور اس لئے وہ تحصیل مال کے ساتھ تبلیغ و تعلیم اور اسلام و مسلمین کی خدمت بھی انجام دیتے تھے ان میں سے بعض کے مشہور نام یہ ہیں۔

رقم	نامی	مقام	رقم	نامی
۱	مہاجر بن ابی امیہ	صفا مکن	۹	علی بن ابی طالب
۲	زیاد بن لبید	حضرموت	۱۰	مغیرہ بن شعبہ
۳	خالد بن سعید	صفا مکن	۱۱	دہر بن کسب
۴	عدی بن عامر	قبیلہ طے مکن	۱۲	ابنائے فارس
۵	علاء بن حضری	بحرین	۱۳	مکھصہ بن مسعود
۶	ابو موسیٰ اشعری	زبید و عدنان	۱۴	قبیلہ سلیم
۷	معاذ بن جبل	چند	۱۵	اطراف مکہ
۸	جریر بن عبداللہ	ذوالکلاع حمیری	۱۶	عمان
				بطرف عاصی بن
				عبد کلال شمرادہ
				مکن

بعض روئے سبائے قبائل بھی بارگاہ نبوت میں آکر مسلمان ہوئے اور کچھ روز یہاں قیام

کر کے اپنے قبائل میں بنو غرض دعوت واپس ہوئے ان میں سے چند نام یہ ہیں

- (۱) قبیلہ روم
- طفیل بن عمرو دوی
- (۲) عروہ بن مسعود
- ثقیف
- (۳) عامر بن ثمر
- ہمدان

بجایا اور اس کے لئے وہ جدوجہد کی کرا توام و مذاہب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی امت کا دروس کی ترشپ اور اپنی ذمہ داری کا کتنا احساس تھا اس کا اندازہ خدا کے اس تلی آئیر خطاب سے ہوتا ہے ”لعلک بلخ نفسك الا یکونوا مؤمنین“ (شعراء) ”کیا اس بات پر آپ اپنی جان مگنوت ڈالیں گے کہ یہ ایمان نہیں لاتے“ یہی مفہوم سورہ کہف کی ایک آیت میں بھی ہے ”قل لعلک بائع نفسك علیٰ انفسک ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسفا“ (کہف) ”تو کیا آپ ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائیں اپنی جان انفس کر کے مگنوت ڈالیں گے۔“

نامی اسلام آنحضرت ﷺ نے تکرار میں رہ کر کہہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو

بیدار کیا، حج کے موسم میں عرب کے ایک ایک قبیلہ کے پاس جا کر حج کا پیغام پہنچایا ای زمانہ میں

ہیں اور عرصہ تک آپ ﷺ کی آواز پہنچتی تھی اور لوگ تلاش حق کے لئے آپ کے پاس آئے جب

آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں بھی آپ نے انھیں کوشش کی کہ قریش مکہ اور یہودی

دوسرے قبیلوں تک اسلام کے یہو نیچے میں سدا رہا ہے رے پھر بھی مبلغ اور داعی بھیج بھیج کر

مختلف قبیلوں تک دعوت اسلام پہنچائی گئی عرب اور یمن و عرب اسلام کے واعظ قاصدا اور

معلم بھیجے گئے اور دنیا کے اسرار و سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے گئے اور عربوں کے علاوہ

وہلم ایران، حبش اور روم کے طاہرین اسلام لائے اور فیضان حق سے ہر اب ہوئے۔ اس

دور کا حال یہ تھا کہ کوئی اسلام میں داخل ہوتا تو وہ خود اسلام کا داعی بن جاتا اور اس راہ پر ہر قربانی

دینے کے لئے تیار ہو جاتا جب صفر ۳ھ میں ابوبراء کلابی کی درخواست پر اسلام کی دعوت و

تعلیم کے لئے حضور ﷺ نے ستر حفاظ کو بھیجا تو بڑے معجزہ پر پہنچ کر بنی سلیم عصبہ اور علی و ذکوان

کے قبائلی لوگوں نے دھوکہ دیا اور وہیں سارے حضرات مسلمان شہید کر دیئے گئے اسی طرح

عصل و قاتل کی طلب پر بنی نضیر کی ایک جماعت کو حضور ﷺ نے رخصت کیا تھا لیکن مقام رجع پر

ان کے ساتھ بھی شہادت کی وہی تائید بخیر لائی گئی۔ ان کے علاوہ جو مالک زرا اثر آتے تھے

طغی فغو لاله قولا لینا لملہ یتذکر أو یحشی“ (لہ) ”تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی کی ہے تو اس سے نرم گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے“

فرمان نبوی میں بھی یہ ہدایتیں ملتی ہیں جب حضور ﷺ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوسوی اشعریؓ کو داعی بنا کر یمن کے لئے روانہ کر رہے تھے تو رخصت کرتے وقت یہ نصیحت فرمائی ”یسرا ولا تعسیرا وبشرا ولا تنفرا“ (بخاری ۶۲۲/۲) ”دین الہی کو آسان کر کے پیش کرنا سخت بنا کر نہیں لوگوں کو خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا“

یہ وہ تبلیغی اصول ہیں جن کی رعایت سے وعظ و نصیحت میں روح پیدا ہوتی ہے مخاطب میں سننے اور ماننے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، یہی وہ طریقہ کار تھا جس کے ذریعہ سے حضور ﷺ نے عرب میں نبی خیر میں دلوں کو فتح کیا اور کھیتے ہی دیکھتے سارا عرب حضور ﷺ کا شیدائی بن گیا، آپ ﷺ کی دعوت اور طریق تبلیغ میں میر محمد، حکمت و مصلحت، لطف و شفقت، برہم کر اور دھرم و محبت کی تعلیم فرمایا، طور پر ملتی ہے قرآن مجید نے اس نکتہ کو بھی بیان کیا ہے ولو کنت فظا غلیظا القلب لا نفضوا من حولک (ال عمران ۱۷۱) ”اگر تم درست خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے چل دیے“ آپ ﷺ کی یہی وہ معجزانہ کشش تھی جو لوگوں کو کھینچ کر دائرہ اسلام میں داخل کرتی تھی، نفرت و عناد سے لبریز دل لمحوں میں بدل جاتے اور حضور ﷺ کے سچے عاشق بن جایا کرتے تھے۔

### حضور ﷺ کے طریق دعوت اور آپ کی حکمت عملی کی چند مثالیں

(۱) حضرت ابوالامد سے روایت ہے کہ ایک نوجوان شخص نے حضور ﷺ سے زنا کی اجازت طلب کی، صحابہ کرام کو ان کو رکنہ زنا اس لئے صحابہ نے اس سوال پر ان کی تکبیر کی، حضور ﷺ نے اس شخص کو قریب بلا کر فرمایا ”کیا تم اپنی ماں سے زنا پسند کرتے ہو؟ جواب دیا نہیں پھر

(۳) حمام بن ثعلبہ  
بخیر  
(۵) یوسف بن حبان  
بحرین  
(۶) ثامر بن اثال  
اطراف نجد۔

مذکورہ حضرات کے علاوہ تاریخ و سیر میں بہت سے ایسے افراد کے تذکرے ملتے ہیں جنہوں نے از خود حضور ﷺ کے حکم سے اس فرض کو انجام دیا اور اپنی شب و روز کی کوشش سے عرب سے باہر ایران، شام، مصر، حبش، ہر جگہ اسلام کا پیغام پہنچایا۔

مگر یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ تبلیغ اور اصلاح میں اہم ترین چیز تبلیغ کے اصول اور اس کا طریق کار ہے جو دعوت شریعت کے مقرر کردہ اصول کی روشنی میں ہوگی وہی اصل دعوت اسلامی ہے۔ اصولوں سے انحراف کر کے خواہ کتنا ہی بڑا کام کر لیا جائے وہ حقیقی دعوت کا مقام نہیں پاسکتی اسی لئے قرآن نے تبلیغ کے ساتھ اس کے اصول و ضوابط کی بھی تعلیم دی ہے ارشاد باری ہے ”ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالنیسی ہی احسن“ (نمل ۶۱) ”اے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ سے بلا اور ان سے یہ بحث خوش آئند طریقہ پر کر۔ اس میں داعی کی ذات اس کے اوصاف و احوال، کردار و گفتار، اسلوب و انداز اور اس کے مزاج و مذاق کا بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔ ضرورت ہے کہ داعی نرمی اور خیر خواہی سے باتیں کرے، مصلحت اور حالات پر گہری نظر ہو، مزاج شائس ہو اور دلوں کو اپیل کرنے والی صلاحیت کا حامل بھی ہو کہ لوگ داعی کی ذات اور اس کی دعوت میں اپنے لئے کشش محسوس کر سکیں، سختی اور شدت کا طریق کار دوسرے کے دل میں نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرتا ہے بات چیت حق ہو مگر کڑی گفتگو و ضد اور دھرم دھری کا ماحول پیدا کرتی ہے اور اس طرح وعظ و نصیحت کا اثر ختم ہو جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو نرم گفتگو کی تاکید کی، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون جیسے سرکش کے سامنے جانے کا حکم دیا تو ساتھ ساتھ یہ بھی ہدایت دی ”انذہبا الی فیہ یعوقن انہ

بعثتہم مبسرين ولم تبعثوا معسرين تم دنیا میں آسانی پیدا کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو مشکلات و مصائب کے لئے نہیں۔ (ترمذی ۱۸۸۱)

(۴) آنحضرت ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یہ بھیجا تو ارشاد فرمایا تم ایسے لوگوں میں جا رہے ہو جہاں اہل کتاب بھی ہیں جب وہاں تم پہنچو تو ان کو سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جب وہ یہ مان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رکوع بھی فرض کی ہے جو دو دستہ دوں سے لی جائے اور غریبوں کو دی جائے اور جب وہ اس کو مان لیں تو رکوع تیس جن جن کر ان کے اچھے مال چھانٹ کر نہ لیتا اور مظلوم کی بددعا سے بچتا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ (بخاری شریف ۱۶۳۲)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نئی توکم و قوم دینے وقت شریعت کے تمام احکامات کا یک وقت ذکر نہ کیا جائے بلکہ رفتہ رفتہ وہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں۔

اس طرح کی درجنوں روایتیں اور واقعات ہیں جن سے تبلیغ کے اصول اور اس کے طریق کار کو سمجھا جاسکتا ہے۔ آج دعوت و تبلیغ کے لئے ضروری ہے کہ دائمی دعوت اور طریق دعوت میں جو چیزیں طریق نبوت اور اسوۂ نبوت کے مطابق ہوں جس حد تک اس کا طریقہ حضور کے طریقہ سے ملا ہوا ہو گا اسی قدر دعوت میں تاثیر اور کشش پیدا ہوگی دائمی (خواہ وہ جماعت ہو یا فرد) کو ہر وقت اپنا اقتساب کرتے رہنا چاہیے کہ اس کا کون سا عمل اسوۂ نبوت سے مطابقت رکھتا ہے اور کیا۔ کبھی کسی درجے میں کسی کام کا خلاف تو سرزد نہیں ہوتا؟ اسی طرح اس کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ دعوت دین کی طرف دی جائے جماعت کی طرف نہیں۔ دین اور جماعت کا واضح فرق اگر دائمی کے ذہن و دماغ میں نہ ہو تو بڑے فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین

آپ ﷺ نے یہی سوال پوچھا: بہن! پھوٹھی اور خالہ کے بارے میں کیا ہر سوال کا یہی جواب تھا لا واللہ انہیں خدا کی قسم! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم پسند نہیں کرتے ہو تو اسی طرح لوگ بھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ ان کی ماں بیٹی بہن خالہ اور پھوپھی کے ساتھ زنا کیا جائے اور جس سے تم زنا کرو گے وہ یا تو کسی کی ماں کسی کی بہن کسی کی بیٹی کسی کی خالہ یا پھوپھی ہوگی اس کے بعد آپ ﷺ نے اس شخص کی ہدایت اور طہارت قلب کے لئے دعا کی روایت میں آتا ہے کہ اس کے بعد اس نو جوان کے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں گذرا (مسند احمد ۵۷-۵۶)

(۲) حضرت عثمان بن ابی العاص کا بیان ہے کہ طائف کا وفد جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے اپنے اسلام کی یہ شرط پیش کی کہ ان سے نماز منافی کر دی جائے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا نہ ہو وہ دین کس کام کا کلام لا خیر فی دین لا رکوع فیہ پھر انہوں نے یہ شرط پیش کی کہ ان سے عشر وصول نہ کیا جائے اور نہ مجاہدین کی فوج میں ان کو بھرتی کیا جائے آپ نے یہ دونوں شرطیں قبول کر لیں اور ارشاد فرمایا کہ جب یہ مسلمان ہو جائیں گے تو عشر بھی دیں گے اور جہاد میں بھی شریک ہوں گے محمد شین لکھتے ہیں کہ نماز چوں کہ فوراً واجب ہوتی ہے اور دن میں پانچ دفعہ واجب ہوتی ہے اس لئے اس میں نرمی نہیں برتی گئی اور جہاد کی شرکت چوں کہ فرض کفایہ ہے اور رکوع و عشر کے وجوب میں تاخیر کی مجاہد ہے اس لئے آپ ﷺ نے ان دونوں میں نرم پہلو اختیار کیا اس سے تبلیغ کے حکیمانہ اصول کا سبق ملتا ہے۔ (جمع الفوائد ۸۷۸)

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ مسجد نبوی میں حضرات صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا اور نماز و دعا سے فراغت کے بعد مسجد میں پیشاب کر دیا صحابہ کرام مسجد کی اس بداحترامی پر برہم ہوئے اور زور و کوب کے ارادہ سے لپکے لیکن رحمت و دعا ﷺ نے منع کیا اور فرمایا انسا

اجتماعات ہوں یا ماضی و حال کے دیگر مکمل کھینچیں، مہلتیں کی اصلاح کو کوششیں ہر ایک کا مقصد یہی ہے کہ پھٹکے ہوئے آہ کو پھر موئے حرم کر دیں اور خدا اور رسول سے رشتہ کو مضبوط کر کے خدا کے دربار میں لاکھڑا کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تاریخ اسلامی کے کسی دور میں دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تقنین کا تسلسل موقوف نہیں ہوا۔ ہر دور میں ایسی ہستیاں موجود رہیں جنہوں نے مباشرہ کی حساب نفس کی طرف مائل کیا جنہوں نے دعوت و تہذیب میں انبیاء کی نیابت فرمائی اور قوم مسلم میں ایمان و عمل کی دلی ہوئی چنگاری کو شعلہ جوالہ کی حرارت و حرکت بخشی زیر نظر مضمون میں ماضی کے تمام اوار کا احاطہ کرنا نہ تو مقصود ہے اور نہ ہی ممکن اس لئے اس میں اس دعوتی تسلسل کی صرف ایک جھلک پیش کی جا رہی ہے تفصیل کے خواہشمند حضرات تاریخ اسلامی اور سیر و سوانح کی بڑی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ: بے راہ روی کی باگ ڈور چوکہ عیار عزرائیل کے ہاتھوں میں ہے اس لئے خطا و لغت و گمراہی کے پینے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگتی اور مختصر عرصہ میں اس کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں چنانچہ ۱۰۰۰ھ میں جس خلافت بنو امیہ کا آغاز ہوا تھا اس میں ابھی خلافت اسلامی کی روح ختم ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ پورا نظام حکومت غیر اسلامی بن گیا اور ظاہر ہے کہ ظلمت و ضلالت کی ہر بات جب ایمان حکومت سے دور ہی ہو تو اسلامی مزاج کی فضیلت کیوں کر کھڑی رہ سکتی ہیں اور دینی انحراف و گمراہی کا اندازہ کوئی کیسے لگا سکتا ہے لیکن چونکہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ ہر دور میں وقت کے فرعون کے لئے کوئی موٹی اور ہرزمانہ کے زہر کے لئے کوئی تریاق فراہم ہوتا رہے گا اس لئے ایسے ناگفتہ بہ حالات میں قدرت نے دیکھ کر کی اور حضرت عمر بن عبد العزیز (۱۰۱ھ تا ۱۰۳ھ) جیسے معلم و داعی اور مجدد اول کے ذریعہ قوم و ملت کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت مولانا علی میاں ندوی

”دعوت و تبلیغ کا تاریخی تسلسل — عہد تابعین سے آج تک“

رضوان احمد قادری (مدیر رسالہ)  
مؤرخ و اشرفیہ۔ سکتی پور۔ بہار

ایمان و ایمان کے دل نواز جھومکے تاریخ اسلامی کے ہر دور میں چلتے رہے ہیں کبھی مختصر مدت کے لئے کبھی طویل مدت کے لئے تاہم کوئی موسم خزاں ان سے خالی نہ رہا اور یہ دعوت و تبلیغ پرستی کا تاریخی تسلسل اور عظمت و عظالت کا ظہور و تہذیب چرما رہا ہے آج تک ہر دور میں ایسی بے شمار دلائل و برہانیں کی فہرست موجود ہے جنہوں نے ظلمت زدہ وادوں کو اپنے پیر پینا کی روحانی طاقتوں سے بے یقینہ نور بنا کر رکھ دیا اور تیرہ پیر حالات کے تناظر میں ہر آیت نے اپنے فرائض نبوی کو کچھ اس انداز سے نبھایا کہ دنیا کی دوسری قوموں میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور ایسا کیوں نہ ہو تا کہ اس امت کا طرہ امتیاز بھی تو یہی ہے کہ نہ تادم دون بالمعروف و نہ نہی عن المنکر ”پہلا انجی باقوں کی دعوت و تبلیغ اور بربری باتوں سے روکنے کی مسلسل تاریخ اگر ہمارے پاس ہے تو یہی ہونا بھی چاہئے ورنہ اس امت کا امتیازی نشان خطرہ میں ہوتا اور نیابت و خلافت کا دعویٰ ٹھوٹا رہ جاتا۔

الغرض ماضی کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایمان و عمل کی دعوت بند ہو گئی ہو اور تبلیغ و اصلاح کا سلسلہ رک گیا ہو البتہ اتنا ضرور ہے کہ انداز و اسلوب ہمیشہ یکساں نہیں رہا بلکہ ہر دور کے مناسب حال فریضہ دعوت کا انداز بدلتا رہا ہے تاہم مرکز دی و بنیادی اصول میں کبھی بھی فرق نہ آیا اور مقاصد و نتائج میں سرسبز انحراف نہیں ہوا چنانچہ آج کی تبلیغی جماعت کی گمشدیں اور



## (تاریخ دعوت ج ۱ صفحہ ۵۷)

الغرض تائبین میں سے اگر حضرت امام زین العابدینؑ حضرت حسن المثنیٰؑ حضرت عبداللہ الحنفیؑ حضرت سالمؑ حضرت قاسمؑ حضرت سعید بن مسیبؑ حضرت عروہ بن زبیرؑ حضرت سعید بن جبیرؑ حضرت محمد بن بکرؑ اور امام حمی رحمہم اللہ نے تبلیغ و دعوت کے مختلف محاذوں کو سنبھال رکھا تھا تو وہیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ اور حضرت حسن بصریؑ کی دعوتی و اصلاحی کوششیں بھی اس امت کے عروہ کلوب پر زندگی و حرارت کا جھلکا دکھائی دیتی تھی۔

## خلافت عباسیہ میں دعوت و تبلیغ:

لیکن ان سب کے باوجود پیش و پیش کی گرم بازاری اور دنیا داری کا مزاج کیسے ختم ہو جاتا کہ تو یہ حکمت الہی پر منحصر ہے چنانچہ ۱۳۲ھ میں جب اموی خلافت کے بعد خلافت عباسیہ کا آغاز ہوا تو دولت کی فراوانی نے ان ساری بے اعتدالیوں کو ختم کر دیا جو شاہان و عوامیہ کی بھی پہچان بن چکی تھیں اور محبوں کے اختلاط سے تمدن کی ساری خرابیاں مرکز اسلام بغداد میں سرچڑھ کے بول رہی تھیں مگر ہاں جتنی قوت و طاقت سے بدعالمیوں نے سر اٹھایا تھا، لکڑی ہی قوت و ہمت کے مالک رجال کا بھی میدان عمل میں سرگرم تھے اور مرکز و حوصلہ کی کمزوریوں سے ان ابھرنے والی خرابیوں کا سرکٹنے میں مصروف تھے اس سلسلے میں حضرت امام ابو صفیہ (منہا ۷۰)۔ حضرت امام مالک (۱۷۱ھ) حضرت امام شافعی (۱۸۰ھ) حضرت امام احمد بن حنبل (۱۹۲ھ) حضرت امام ابو الحسن اشعری (۲۴۲ھ) اور حضرت امام ابو منصور ماتریدی (۲۴۲ھ) کے امام سرفہرست ہیں کہ ان سب کی بے پناہ اصلاحی خدمات نے ہر میدان کی توجہ سامنے کی چشم بھر کر کر دیا اور ایسا نہیں کہ محض وعظ و تقریر سے تبلیغ کا فریضہ ادا ہو رہا تھا بلکہ غدار بھی اسی غرض سے کہے جا رہے تھے اور عوام کے علاوہ امراء و سلاطین کے دربار میں بھی جابجا کر تبلیغیں ہو رہی تھیں چنانچہ حضرت امام ابو الحسن اشعری کے جذبہ تبلیغ پر مولا علیؑ میاں ندوی لکھتے ہیں

لکھتے ہیں کہ

”حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ نے زمانہ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی حکومت کا مزاج اور نقطہ نظر تبدیل کر دیا اور اس کو دنیاوی حکومت کے بجائے خلافت نبوت بنا دیا اور انہوں نے اپنے فوجی افسروں کی جو اصلاح فرمائی ہے اس کا نقشہ کچھ اس طرح ہے کہ وہ افسران حکومت کو وقت پر نمازیں پڑھنے اور ان کے اہتمام کی تاکید کرتے، مجال کو تقویٰ و اتباع شریعت کی وصیت فرماتے، اپنے اپنے علاقہ اور صلقہ میں اسلام کی دعوت و ترغیب دیتے اور اسر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید فرماتے (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ صفحہ ۳۹) حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ کی اس بے مثال دعوت و تبلیغ ہی کا اثر تھا کہ پوری قوم و حکومت کا مزاج ہی تبدیل ہو گیا اور عمومی رجحان یہ بن گیا کہ جہاں وہ چلا آ رہی تھی وہیں تو ایک دوسرے سے پوچھتے کہ رات کو تمہارا کیا پڑھنے کا معمول ہے تم نے کتنا قرآن یاد کیا ہے اور مینیٹ میں کتنے روز گزارے رکھے ہو۔“

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ صفحہ ۵۰)

حضرت حسن بصریؑ: بھر حال حضرت عمر بن عبدالعزیزؑ کی مجددانہ قوتوں نے دعوت و تبلیغ کے بجٹے چراغ کو پورے طور پر بھڑکا دیا تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد پھر حکومت کا دھارا سا لپٹا رہا پر بہتے گناہان و گمراہ کا چراغ دوبارہ ٹھٹھانے لگا۔ اسلامی معاشرہ میں فساد کے چراغ کھر کرنے لگے فقیہ و روایت کا عمومی رجحان پیدا ہو چلا اور تعلق باللہ میں اشغال بڑی شدت و سرعت سے سراپت کر گیا تو اللہ پاک نے حضرت حسن بصریؑ (۱۲۱ھ تا ۱۵۱ھ) کو ایمانی دعوت کا طلیعہ دار بنا کر جلوہ گز فرمایا چنانچہ آپ کے درو انگیز موعظ اور پراثر تبلیغ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ”ولا تلتبس مواقفہ ومشاہدہ فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر عند الامراء والاشیاء الامراء بالکلام الفصل واللفظ الجزل“ ”یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں ان کے کارنامے اور احکام و امراء کے رویہ و فصاحت و پختہ نگاہ الفاظ میں اظہار حق کے واقعات بھلا نے کی چیز نہیں

و بعد شوق میں گر بیان پھاڑتے تو لوگوں کی چنجیں نکل جاتیں 'آنسوؤں کی جھریاں ملک جاتیں تو یہ کرنے والوں کا شمار نہ تھا اندازہ کیا گیا ہے کہ بیش ہزار یہودی اور عیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ آدھریوں نے توبہ کی (دعوت و تربیت ج ۱ صفحہ ۲۳۳)

اور تیسرے دایمی و مبلغ ہیں شیخ الاسلام زوالد بن عبد السلام (مت ۶۱۷ھ) 'آپ ہی کے دور میں ۱۷۵ھ کے اندر خلافت عباسیہ کی سلاطین اٹھ گئی ہے اور ایک طویل دور خلافت کا خاتمہ ہوا ہے بہر حال اسی آخری دور خلافت میں حضرت بن عبد السلام کا حال یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو علماء کا اولین فریضہ قرار دیتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی جماعت سے ہیں اس لئے ہمیں دین کی خاطر شہداء و فطرات بھی برداشت کرنے ہوں گے ورنہ ہم نرب اللہ کہے جانے کے لائق نہیں ہو سکتے۔ (دعوت و تربیت ج ۱ صفحہ ۲۹۹)

ساتویں صدی سے بارہویں صدی ہجری تک :-

خلافت عباسیہ کے بعد خلافتی لہروں نے اپنے شعور میں اضافہ کر دیا مختلف حوادث و اتفاقات نے کشتی ایمانی کو غرق کر دیے کی مکمل کوشش شروع کر دیں اور عالم اسلام کو تہ و بالا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی چنانچہ تاتاریوں کی غارتگری بھی تو ساتویں ہی صدی کا واقعہ ہے جس کی ایک جھلک یہ ہے کہ بغداد میں ایک ماہ سے زائد قتل عام جاری رہا اور بلا کو نے مقتولین کو شمار کر دیا تو (۱۸۰) لاکھ مقتول شمار ہوئے (دعوت و تربیت ج ۱ صفحہ ۳۱۹) لیکن ایسے بڑے آفتاب حالات میں بھی اسلام اپنی گندہ شہ شان و شوکت کی خاکستر سے اٹھ کھڑا ہوا اور مبلغین کے ذریعہ تاتاریوں اور مغلوں میں دعوت اسلام شروع ہو گئی اور جو کام شہر زفوں سے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا اسے اسلام کے داعیوں اور مخلص بندوں نے انجام دے دیا اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا

چہ عیاں فتور تاتار کے افسانے سے      پاساں مل گئے کعبہ کو ختم خانے سے

بہر حال ایسے تا مساعدا اور فتن ماحول میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ دعوت و اصلاح کے

کہ ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہا کہ آپ اہل بدعت سے کیوں ملتے چلتے ہیں اور خود کیوں ان کے پاس چل کر جاتے ہیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا کیا کروں وہ بڑے بڑے عہدوں پر ہیں ان میں سے کوئی حاکم شہر ہے کوئی قاضی ہے وہ اپنے عہدہ اور وجاہت کی وجہ سے میرے پاس آنے سے سر ہے اب اگر میں کبھی ان کے پاس نہ گیا تو حق کیسے ظاہر ہوگا۔

(دعوت و تربیت ج ۱ صفحہ ۱۰۶)

الغرض خلافت عباسیہ کے آغاز میں شیخ زوالد سے ہی دعوت و تبلیغ چکے ایسے اہل رجال کار پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے صدیوں دماغوں اور مذاق پر حکومت کی ہے چنانچہ علامہ عبد القادر جیلانی (مت ۷۱۱ھ) علامہ ابوالاسحاق شیرازی (مت ۷۱۷ھ) ابوالقاسم بن عقیل (مت ۷۱۷ھ) جتہ الاسلام امام غزالی (مت ۷۵۰ھ) کی اصلاحی اور دعوتی ساری جیلہ کا باب تاریخ کا مستقل عنوان ہے تاہم خلافت عباسیہ کے آخری دور کے تین بزرگوں کی دعوت و اصلاح کا تذکرہ نہ کیا جائے تو یقیناً اس دور کی تاریخ ہی ناقص رہ جائیگی بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر صرف انھیں تین بزرگوں کا تذکرہ ہو اور اس دور کے کسی دوسرے مبلغ کا ذکر نہ کیا جائے تو بھی خلافت عباسیہ کی تاریخ دعوت و تربیت کا قلم قلم لکھائے گا۔

ان میں سب سے پہلے ہیں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی (مت ۷۱۱ھ) جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ کی سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی سچائی تھی (یہی وجہ ہے کہ آپ کی الدین کے لقب سے بھی یاد رکھے جاتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ قلب اور تاتار زبان سے لاکھوں انسانوں کو کئی ایمانی زندگی عطا فرمائی اور آپ ایسے باہرہری تھے جس سے دلوں کے قبرستان میں نئی جان آگئی اور عالم اسلام میں ایمان و روحانیت کی ایک نئی لہر دوڑ گئی (دعوت و تربیت ج ۱ صفحہ ۱۰۴)

دوسرے بزرگ ہیں حضرت علامہ عبد الرحمن بن جوزی (مت ۷۵۰ھ) جن کے بارے میں تاریخ کی شہادت ہے کہ آپ کی داعیانہ آفاتوں کی تاثیر سے لوگ غش کھا کھا کر گرتے

اسی دوران اکبر کے دین الہی کا فتیہ بھی برپا ہوا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ سید

سلیمان ندوی فرماتے ہیں جب نجم کے ایک جادوگر نے اکبر بادشاہ کے کان میں ستر چھوٹا کر دین کرلی کی ہزار سالہ عمر پوری ہو چکی اب وقت ہے کہ ایک شہنشاہ الہی کے ذریعہ نبی الہی علیہ السلام کا دین منسوخ ہو کر دین الہی کا ظہور ہو چنانچہ مجوسیوں نے آتش کدے گرمائے عیسائیوں نے ناقوس بجائے برہمنوں نے بت راستہ کئے اور پھر ایسا ہوا کہ شیخ خوانوں کے گلے میں زناں آگئے اور بادشاہی آستانے پر انہروں کے سر جبدہ میں جھک گئے۔ یہ سب ہوئی رہا تھا کہ سر ہند کی سمت سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی راستہ صاف کرو کر راستہ کا چلنے والا آتا ہے اور ایک فاروقی مجدد فاروقی شان سے ظاہر ہوا (دعوت و عزیمت ج ۲ صفحہ ۱۳۲) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اے ۹۵۲ھ میں فتیہ اکبری کی سرکوبی کے لئے تشریف لے آئے اور جب ۱۶۲۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی اس وقت تک تبلیغی اسفار تحریری خطوط اور اصلاحی کوششوں کے نتیجے میں اسلام کی حفاظت و تقویت کا وہ تاریخ ساز اور عہد انفرس کام انجام پا چکا تھا جو کھود ہی کی اصطلاح میں تجدید کہا گیا ہے۔

وہ ضد میں سرمایہ سلطنت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد الف ثانی کے بعد حضرت خلیفہ محمد مصحوم (۹۷۷ھ) حضرت سید احمد برالہونی بخاری (۱۳۵۵ھ) حضرت خلیفہ سیف الدین سرہندی (۱۰۹۶ھ) حضرت سید نور محمد برالہونی (۱۳۳۵ھ) حضرت خلیفہ محمد نقشبند (۱۱۱۳ھ) حضرت مرزا مظہر جان جاناں (۱۵۹۵ھ) اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی (۱۲۳۵ھ) وغیرہم کے ہاتھوں دعوت و اصلاح کا سلسلہ اس انوکھے انداز سے چلا رہا جس کے بہت کچھ آثار آج بھی ملک و بیرون ملک گھرے ہوئے ملتے ہیں تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۲ھ) ع ۱۷۲۲ھ اور ان کی روحانی وجہسمانی اولاد سے دعوت کا جو کام ہوا ہے اس کی تفصیلات دیکھ کر کوئی انکشت

افتی پر سکندروں مسلمانین جیٹنگر ہے ہیں اور ظلمت و ضلالت کی وادیوں پر بے شمار شیر تباہاں کی خیاہ پاشیاں ہورہی ہیں چنانچہ مولانا جلال الدین رومی (۷۷۷ھ) امام محی الدین انوری (۷۷۷ھ) شیخ الاسلام قسطلانی الدین ابن وقتیل العید (۷۷۷ھ) علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) علامہ جلال الدین قزوینی (۷۳۷ھ) حافظ شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ) علامہ تقی الدین مکی (۷۵۷ھ) حافظ ابن کثیر (۷۷۷ھ) حافظ ابن قیم (۷۷۷ھ) سیدنا خلیفہ یعقوب چغتائی (۸۵۵ھ) خلیفہ عبداللہ احرار (۸۹۵ھ) حافظ ابن رجب (۸۹۵ھ) علامہ شمس الدین سخاوی (۹۵۲ھ) علامہ جلال الدین سیوطی (۹۵۲ھ) علامہ جلال الدین دوانی (۹۵۲ھ) علامہ احمد بن محمد قسطلانی (۹۵۲ھ) شیخ الاسلام زکریا انصاری (۹۵۲ھ) علامہ ابوالسود (۹۵۲ھ) علامہ علی الحنفی الحموی (۹۵۲ھ) حضرت علی قاری (۱۰۱۱ھ) جیسے بے شمار مصلحین نے اگر عالم اسلام کی ذوقی نیا کو بہار دیا ہے تو وہیں حضرت خلیفہ محمد بن الدین چشتی (۷۷۷ھ) خلیفہ قطب الدین بختیار کاکی (۷۷۷ھ) خلیفہ فرید الدین مسعود شیخ شکر (۷۷۷ھ) خلیفہ علامہ الدین صابر کلیری (۷۷۷ھ) خلیفہ نظام الدین محبوب الہی (۷۷۷ھ) مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (۷۷۷ھ) حضرت سید محمد حسینی گجراتی (۷۷۷ھ) شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۷۷۷ھ) شاہ عبدالرزاق گھجنانی (۷۷۷ھ) شیخ محمد غوث گوالیاری (۷۷۷ھ) شیخ کمال الدین (۷۷۷ھ) شیخ نظام الدین ایٹھوی (۷۷۷ھ) شاہ عبداللہ سندیلوی (۷۷۷ھ) جیسے اصحاب رشد و ہدایت نے ممالک نجم کے مطلع ہدایت کو منور کر رکھا تھا اور پھر ان کے مریدین و محققین سے نہ جانے کتنے چشمہ حیات کا تسلسل رواں جاری تھا۔ بالخصوص قدیم ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے پان تمام برہمنیائیں طریقت نے ایمان و عمل کے ایسے شجرہ بوئے تھے اور دعوت و اصلاح کے پانی سے ان کھیتوں کو ایسا سیراب کر دیا تھا کہ ان لہلہاتی فصلوں سے بننے والی ایمانی شجری وطلات سے ہر کوئی محفوظ ہو رہا تھا۔

کی شہادت ہے کہ آپ کے تبلیغی اسفار باران رحمت کی طرح تھے کہ جہاں سے گزرتے سرسبزی و شادابی اور بہار و برکت چھوڑ جاتے چنانچہ مولانا علی میاں ندوی لکھتے ہیں

”جہاں آپ نے قہوڑا سا بھی قیام کیا وہاں مساجد میں رونق آگئی اللہ اور رسول کا جہ چایمان میں تازگی، اتباع سنت کا شوق اسلام کا جوش اور شرک و بدعت سے نفرت پیدا ہو گئی (جب ایمان کی بہاری ص ۱۹) ایک دوسری جگہ سرکلکلیہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں ”آپ کے قیام کلکتہ نے ایک دینی انقلاب برپا کر دیا وہاں تو کبریاؤں کی قطاریں لگ گئیں بیٹھانوں میں خاک اڑنے لگی، پیش و محشر اور فتنہ و فتنہ کے سرکردوں میں سنا نظر آنے لگا (جب ایمان کی بہاری ص ۲۳)

اس کے بعد خاندان ولی الہی کے فیض یافتہ مسلمانین و مصلحین کا دور آتا ہے جنہوں نے اپنے روز و شب کا اڑھنا کچھوٹا ہی دعوت و تبلیغ کو بنایا تھا اور اپنے اپنے زمانہ و علاقہ نیز اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے اصلاح اعمال کی فکر میں بہت مصروف رہے تھے مولانا ملک تانقوی (۱۲۶۱ھ) حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری (۱۲۶۱ھ) حضرت مولانا محمد قاسم تانقوی (۱۲۶۱ھ) مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۷۵ھ) حضرت مولانا فضل رحمان منچ مراد آبادی (۱۳۱۳ھ) مولانا مظہر علی تانقوی (۱۳۲۰ھ) حضرت حاجی امداد اللہ مہاروکی (۱۳۱۷ھ) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ) حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (۱۳۱۷ھ) حضرت مولانا محمد علی موغیری (۱۳۲۳ھ) حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ حضرت مولانا ابوالحسن جاذ حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب محدث دکن، بحر العلوم حضرت مولانا محمد عبدالقادر صدیقی حسرت اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہم اسی سلسلہ زریں کی روشن ٹریاں ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ”مبھی اسی خاندان ولی الہی سے وابستہ ہیں۔ آپ کے آباء و اجداد میں مولانا مفتی الہی بخش (۱۲۵۵ھ) مولانا محمود بخش (۱۲۵۸ھ) اور مولانا

شیخ محمد ہاشم

بدندان رہ جاتا اور فرط حیرت میں با اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ

ایسی چٹتری بھی پار اب اپنے خاکستر میں تھی

مولانا ابوالکلام علی میاں ندوی نے امام غزالی اور علامہ ابن جوزی کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ کا مقابل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”ان دونوں شہرہ آفاق علماء و دہمیان دین و معلمین اعلیٰ کے بعد میں اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ کا کارنامہ سب سے زیادہ روشن اور تاباک نظر آتا ہے انہوں نے مسلمانین اسلام امراء و ارکان دولت فوجی سپاہیوں اہل صنعت و حرفت مشائخ کی اولاد اور غلام کا علماء کو علیحدہ علیحدہ خطاب کیا ہے ان کی دیکھتی ہوئی رکوں پر انگلی رکھی ہے اور ان کی اصل بیاریوں اور خود فریبیوں کی نشاندہی کی ہے ان سب کے علاوہ امت اسلامیہ کو عمومی اور جامع خطاب فرمایا ہے ان کے امراض کی تشخیص کی ہے اور ان کا علاج بتایا ہے (دعوت و تربیت جگہ لکھتے ہیں اگر ان مبارک اقتادات و سمائی کی تذریع و کھلی جائے اور نعرہ برکت کے ان مراکز کے شجرہ نسب کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک دے سے دوسرا دیا جلتا رہا اور یہ سب چراغ اسی چراغ سے روشن ہوئے جو بارہویں صدی ہجری کے وسط میں حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے آئندہ صیوں کے لطوفان میں جلایا تھا (دعوت و تربیت جگہ ص ۳۴۲)۔

تیرھویں صدی سے آج تک:

حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد ایمان کی چٹنی بھی باد بہاری چلی ہے ان سب کا رشتہ حضرت شاہ صاحب ہی سے جڑتا ہے چنانچہ تیرہویں صدی کے ایک عظیم کاہن و مبلغ حضرت سید احمد شہید (۱۲۶۶ھ تا ۱۸۴۱ء) بھی اسی خاندان کے تربیت یافتہ و پروردہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۶۶ھ) کے اہل خلیفہ ہیں اور حضرت سید احمد شہید کا حال یہ ہے کہ آپ کے تبلیغی و اصلاحی اسفار کی کوہاوی ہندوستان کے مختلف مقامات سے آج بھی نئی باکتری ہے اور تاریخ



## مدرسہ مظاہر علوم میں تقرری:

۱۸۔ سچ میں جب اکابر مظاہر علوم بہت سے حج کو چلے گئے تو ان کی غیبت میں چچا جان مظاہر علوم کے مدرس بنائے گئے زبان میں کچھ کھٹکتی جو بات حجت میں تو بالکل غلط نہ ہوتی تھی مگر تشریاد رس حق میں تھی تشریزور سے ہوتی تو اس کا اثر ظاہر ہوتا جس کی بناء پر بعض طالب علم بھی شکایت بھی کرتے تھے مگر مجھ سے متعدد لوگوں نے بعد میں بیان کیا کہ ان سے پڑھنے والے اعلیٰ حیثیت سے بہت اونچے ہوئے۔

## نظام الدین متقلی:

میرے تایا بابا جان (مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے انتقال کے بعد اعلیٰ نظام الدین کے اصرار پر نظام الدین کی مسجد میں متقلی ہو گئے۔ اتفاق سے اس انتقالی دور میں چچا جان کی طبیعت بہت ہی ناما ساز ہو گئی مرضی سہارن پور سے شروع ہوا۔ راستے میں کاغذ حملہ میں دو تین دن قیام کا مارا دہ تھا۔ وہاں بیرونج کے بہت ہی شدت مرض نے اختیار کی، حکیموں نے پانی پیئے کو بیج کر دیا اور وہ غصے میں جوش میں پانی پیئے کو دوڑتے حالانکہ حرکت بھی دشوار تھی۔ یہ ناکارہ اس پوری پیدہی میں ان کی خدمت میں رہا۔ بڑے وقائع میں پیش آئے۔ ایک معمولی سی بات یہ کہ بہت بڑی جماعت جنات کی ان سے ہیئت ہوئی۔ ایک دفعہ اصرار ہوا کہ بخار کا علاج چلتے پانی میں نہانا چاہا اور حکیم نے وضو کر بھی منع کر رکھا تھا ختم سے نماز پڑھتے تھے مجھ پر فحاش ہو گئے کہ ان حکیموں کی ایسی تضحیٰ "تم ان کے مقابلے میں حدیث کے علاج کا انکار کرتے ہو" میں نے عرض کیا حدیث شریف طنی ہے قطعی نہیں چاہا اور پھر یہ علاج جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں یہی کلی نہیں ہر شخص کیلئے اور ہر موسم کیلئے نہیں ہوا کرتے، طبیب کا علاج بھی شروع ہے اور وہ احوال کے مناسب ہوتا ہے، غرض خوب مناظرہ ہوا اور مجھے خوب ڈانٹا لیکن ان پر حدیث پاک کے اتباع کا جوش تھا اسلئے خوب ڈانٹ پلائی کہ حدیث پاک کے مقابلے میں تم کسی حکیم کا نام لیتے ہو

## "میرے چچا جان حضرت اقدس مولانا محمد الیاس قدس سرہانی جماعت تبلیغ"

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد کریم

"میں نے جب سے جوش سنبھالا اس وقت سے اپنے چچا جان کو نہایت خاد و زاد اور

مستی و پرہیزگار پایا "میرا ابتدائی دوران کا شدید جاہلوں کا تھا وہ مغرب کی نماز پر سحر نقول کی نیت باندھا کرتے تھے اور عشاء کی اذان کے قریب سلام پھیرا کرتے تھے مغرب کی نماز کے بعد کی طویل نقول کا دستور تو ہمیشہ رہا مگر عشاء کی اذان کے قریب تک پڑھنے کا معمول رمضان میں اخیر تک رہا اس زمانے میں ایک دستور چچا جان کے چپ اور خاموش رہنے کا تھا یا وہیں کہ دن رات میں کوئی لفظ بولتے ہوں اس زمانے میں مجھ سے فرمایا تو پھر (۶) ہفتے چپ رہے تو میں تجھے دلی کر دوں" مجھ میں اس زمانے میں بلا وجہ بولنے کا مرض تھا لیکن کچھ زمانے کے بعد نظام الدین میں نے ان سے عرض کیا کہ "میں پھر (۶) ماہ چپ رہ کر دکھلا دوں" فرمایا لگے وہ بات گئی، میری ابتدائی تعلیم کے زمانے میں چونکہ وہ چھوٹے تھے اس لئے والد صاحب کی اگر کہیں دعوت ہوتی تو ان کو بھی ساتھ جانا ضرور تھا اور وہاں آیا تو اضافی غایہ کرنا نہ چاہتے تھے کہ میرا روزہ ہے مجھے معلوم ہوتا تھا کہ روزہ ہے مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ فلاں جگہ دعوت میں جانا ہے میرے پاس بیٹھنا چنانچہ وہ قلعہ بھی بناتے منہ بھی چلاتے رہتے مگر ان کا بنایا ہوا قلعہ میرے منہ میں جاتا جب وہ چاول وغیرہ کا قلعہ بناتے یا روٹی کا قلعہ سالن میں لگا لیتے تو میں ان کے ہاتھ سے لگکر اپنے منہ میں رکھ لیتا اور دوسرا قلعہ شروع کر دیتے دیکھنے والے میری بدتمیزی سمجھتے۔۔۔۔۔

ہے آپ بھی ہو گئے ہو گئے ہیں نے کہا میں تو اتروں گا نہیں سیدھا سہاراں پر جاؤں گا آپ دونوں حضرات اس گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی سے سہاراں پر تشریف لے آویں وہاں استقبال کروں گا حضرت نے فرمایا اگر آخر نہیں اترو گے تو میں بھی نہیں اتروں گا میں نے فرمایا چچا جان آپ کے ساتھ ہو گئے، چچا جان نے زور سے فرمایا کہ نہیں تم بھی اترو گے میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات کو میرے گھر گئے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں میں تو جانتا ہی رہتا ہوں اور آپ دونوں کے لئے میری کوئی پابندی بھی نہیں ہے مگر چچا جان نے بحت عمومیہ ایک ڈانٹ پلائی کہ نہیں چلتا ہے۔ میں تو درودیش جہان درودیش چپکا ہو گیا۔ آٹھ بجے کے قریب میرے گھر پہنچے حضرت میری نور اللہ مقدمہ اس قدر خوش ہوئے کہ کچھ حد حساب نہیں۔ خوشی میں اچھل گئے اور دوکھنے میں اسنے لوازمات اکٹھے کئے کہ حیرت ہو گئی حضرت رات پورے کے لئے دو تین طرح کا سالن بے عرق کا اور اس سیکار کی چونکہ مرچیں اور گوشت خراب اسل ٹھاس لئے بیخ کے کباب گرم گرم دو تین مرتبہ منگائے گئے شامی کباب گھر میں کھائے گئے میرے گھر کی بہاری بھی بہت مشہور ہے وہ بازار سے منگا کر اور میری رعایت سے اس میں بہت سی مرچیں اور گھی ڈال کر خوب بھنویا رہی بالائی، فیرنی پلاؤ یہ سب چیزیں خوب یاد ہیں مگر میوں کا چونکہ موسم تھا اور حضرت میری قدس سرہ کے زمانے مکان کے نیچے ایک تہہ خانہ ہے بہا بہت ٹھنڈا مولانا کو مکان بنانے کا بہت ہی سلیقہ تھا بڑی جدتیں آتی تھیں اس تہہ خانے کا ایک زینہ زینے میں اور ایک مردانہ میں اگر اس کو زینہ نہ کرنا ہے تو مردانہ زینہ بند کر دیا جاتا اور اگر مردانہ زینہ نہ کرنا ہو تو زینہ بند کر دیا جاتا مولانا نے اس میں خوب چھپر کاڑ کر دیا، تین چار پائی چھوڑائیں اور خالی جگہ میں پوریا اس پر سیل پانی کا فرش بچھو دیا۔ اور کھانے سے فارغ ہو کر بہت خوشی خوشی ہم لوگ آگے آگے اور مولانا میری گھر سے پیچھے پیچھے تہ خانہ میں پہنچ گئے وہاں بیوقوف کچ کر ہم نے تو چار پائیاں کا ارادہ کیا لیکن مولانا نے چچا جان سے خطاب فرما کر کہا کہ حضرت مولانا آپ کی خدمت میں بہت دنوں سے کچھ عرض کرنے کوئی چاہ رہا ہے میری وہاں حاضری نہ ہوئی اور آپ یہاں تشریف نہ لائے اس وقت یہ دونوں حضرات بھی تشریف فرما ہیں مجھے کچھ عرض کرنا ہے تو بڑی دیر تک گف فرمائیں

## ○ موافقت بھی مخالفت بھی

چچا جان قدس سرہ کا ایک مشہور مقولہ تھا جو بار بار فرمایا کہ میری تبلیغ کا جتنا بڑا زکریا مخالف ہے اتنا بڑے سے بڑا مخالف بھی مخالف نہ ہوگا اور میری تبلیغ کی تقویت اور حمایت جتنی اس سے حاصل ہے اتنی میرے کی موافقی سے موافق اور معین و کارکن سے بھی حاصل نہیں ہے۔ اور دونوں ارشاد ان کے بالکل صحیح تھے۔ پہلے جملہ کی شرح تو یہ ہے کہ یہ کارہ سید کا رہا کا علی زور پر اشکالات خوب کھد کر رہا تھا۔۔۔۔۔ یہاں بھی ایک جملہ معترض آگیا "میرے مجلس دوست قاری مفتی سعید مرحوم نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا کہ حضرت دہلوی کی چیزوں پر جتنا تم اعتراض کرتے تھے مولوی یوسف مرحوم کی باتوں پر اتنا اعتراض نہیں کرتے میں نے کہا بالکل صحیح کہا، چچا جان کے سامنے تو میری حیثیت ایک شاگرد اور خود کوئی تھی میرے اعتراض سے نہ تو ان کی شان پر کوئی اثر پڑتا تھا اور نہ کام پر عزیز یوسف کے ساتھ میرا رشتہ بڑائی کا ہے۔ مجھ میں اس پر اعتراض کرنے سے کام پر بھی اثر پڑے گا اور اس کے وقار پر بھی اس لئے مجھے جو کہنا ہوتا ہے تنہائی میں کہتا ہوں، چچا جان نور اللہ مقدمہ کے دوسرے جملے کا مطلب یہ تھا جس کو بار بار انہوں نے مجمع میں بھی فرمایا کہ میری بہ نسبت میرے معاصرین خاص طور پر حضرت مدنیؒ حضرت میرٹھیؒ نور اللہ مقدمہؒ وغیرہ جتنا اس سے دیتے ہیں مجھ سے نہیں دیتے، یہ میرے لئے وقایہ ہے اگر یہ نہ ہوتا مجھے دبا لیں اور یہ بالکل صحیح فرمایا ان دونوں اکابر کے یہاں اس سید کا یہی بہت ہی شنوائی تھی۔"

## تبلیغ کے سلسلے میں ایک سبق آموز ملاحظہ:

شدید گری کا زمانہ تھا، طے ہوا کہ منی کو چھ بجے دلی سے سہاراں پور جائیے، اور جب طے ہو گیا تو چچا جان نے فرمایا کہ راستے میں میرے گھر آنا ہے حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مقدمہ نے فرمایا کہ واہ وا! دامہ امیر! کئی کئی دن سے جانے کوئی چاہ رہا ہے مگر ان کے (ناکارہ کے) بغیر جانے کی ہمت نہ پڑی اور ان سے کہنے کی بھی ہمت نہ ہوئی اس وقت بہت اچھا موقع



پیدا ہو جاتا ہے اس کے مرنے کے واسطے یہ کہتا ہوں میں یہ مضمون لکھوا رہا تھا کہ اتفاق سے مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زاد المدح ہم دیوبند سے تشریف لائے اور اس وقت تشریف فرما ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہ مضمون خود حضرت دہلوی کے ملفوظات میں خود ان کا ارشاد بلافظ منقول ہے چنانچہ حضرت چچا جان کے ملفوظات منگوائے گئے جس کے الفاظ یہ ہیں فرمایا

”مجھے جب بھی یہ بات جانا ہوتا ہے تو میں ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک احتکاف کے ذریعہ اسے محسوس نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارن پور یا رے پور کے خاص مجمع اور ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔۔۔۔۔“

○ جانتی:

چچا جان نور اللہ قرہ نے اپنے سے ماہوی کی حالت میں وصال سے دو تین دن پہلے اس یہ کار سے کہا کہ میرے آدمیوں میں چند لوگ صاحب نسبت ہیں عزیز مولانا یوسف صاحب قاری دادا و صاحب سید رضا صاحب بھوپالی مولانا انعام صاحب ان کے علاوہ حافظ مقبول صاحب اور مولوی اشتیاق صاحب کو اس سے پہلے اجازت ہو چکی تھی چچا جان نے فرمایا میرے بعد ان میں سے کسی ایک کو مولانا رے پوری کے مشورے سے بیعت کے لئے تجویز کرو۔۔۔ میری رائے حافظ مقبول حسن صاحب کے متعلق تھی کہ ان کو بہت پہلے سے خلافت ملی تھی مدینہ منورہ سے ان کی خلافت کے متعلق مجھے لکھا تھا کہ تیری رائے اگر موافق ہو تو ان کو اجازت دے دو ورنہ میری واپسی کا انتظار کرو۔ مگر حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ کی رائے عالی عزیز مولانا محمد یوسف صاحب ”بے متعلق تھی۔ میں نے حافظ مقبول کی وجہ ترجیح عرض کی اور یہ بھی کہا کہ عزیز یوسف نے ذکر اذکار زیادہ نہیں کئے۔

حضرت کا شہر بھول جوا بار بار انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں کی ابتداء وہاں سے ہوتی

ہے جہاں ہم چیموں کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس جملہ کو ارشاد فرمایا کہ کہا کر ان کو ذکر اذکار کی ضرورت نہیں۔ میں نے چچا جان نور اللہ قرہ سے پوری بات عرض کر دی چچا جان نے حضرت اقدس رائے پوری کی تصویب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ کہ میاں رائے جتے یوسف پر جمع ہو سکتے ہیں کسی اور نہ پہنچے۔ میں نے چچا جان نور اللہ قرہ کی طرف سے ایک پرچہ لکھا جس میں لکھا کہ میں ان لوگوں کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ چچا جان نور اللہ قرہ نے میری تحریر کے تحت میں ”میں ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجازت دیتا ہوں“ یہ جملہ بڑھا دیا۔

○ نسبت خاصہ کی منتقلی:

مشائخ کے یہاں ایک نسبت خاصہ ہوتی ہے جو شیخ کے انتقال پر کسی ایک کی طرف جو شیخ سے زیادہ نسبت اتحاد یہ رکھتا ہو اس کی طرف منتقل ہوا کرتی ہے چچا جان قدس سرہ کے انتقال پر مولانا ظفر احمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حافظ خیر الدین صاحب نے مجھ سے تو نہیں فرمایا ہے میں نے کہا کہ اللہ مبارک فرمائے حضرت حافظ خیر الدین صاحب نے مجھ سے تو نہیں فرمایا مگر کا کسی سے فرمایا تھا کہ میری طرف منتقل ہوئی۔ جب مجھ تک یہ فقرہ پہنچا تو میں نے کہا کہ اللہ مبارک کرے۔ حضرت اقدس رائے پوری کا رمضان مبارک میں یعنی چچا جان کے انتقال سے دو ماہ بعد رائے پور سے ایک والا آسمان آج جس میں حضرت قدس سرہ نے تحریر فرمایا کہ حضرت دہلوی کی نسبت خاصہ کے متعلق مختلف روایات سننے میں آئی ہیں۔ میرا خیال تو تمہارے متعلق تھا۔ مگر میری کہنے کی ہمت نہ پڑی اب حافظ خیر الدین صاحب کا والا آسمان آج جس میں انہوں نے بڑے زور سے میرے خیال کی تائید لکھی ہے۔ اس لئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں میں نے اسی وقت جواب لکھا کہ حضرت آپ حضرات نہ معلوم کہاں ہیں وہ تو لوطا لے اڑا۔ شمال میں جب حسب معمول عید بعد رائے پور حاضری ہوئی اور عزیز مولانا محمد یوسف صاحب کو دیکھ کر آپ



قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت سوا اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور مکرر و نوازی کی تلقین و تعلیم کو یہاں پرے پورے نصاب کی الف ب ت ث ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کر سکتے۔ ان سے تو بس انتہائی ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچ کر اپنی جدوجہد سے ایک حرکت و پیداری پیدا کریں اور قافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں (علماء و علماء) کو پکارے عوام کی اصلاح پر نگاہ دینے کی کوشش کریں“ (ملفوظات صفحہ ۳۱)

### ○ تحریک کے عالمی مقاصد

(حضرت کے ایک مکتوب سے اقتباس)

”تبلیغ کی ایجاد اور الف ب ت عبادات سے ہے اور عبادات کے کمال کے بغیر ہرگز معاشرت اور معاملات تک اسلامی امور کی پابندی نہیں پہنچ سکتی۔ مخلصین کی صحیح اکتیم یہ ہونی چاہئے کہ تبلیغ کی ایجاد الف ب ت یعنی عبادات کو دنیا میں پھیلانے کی اکتیم شروع کر کے اس کے منہا پر پہنچانے کی کوشش میں لگ جائیں معاملات و معاشرت اور باہمی اخلاق کی اصلاح و دینی کے ذریعہ سیاست تادم تک رسائی ہوگی۔ اس کے سوا کسی جزئیات میں پڑ جانا اپنے سرمایہ و دوکوشی سلطان کے حوالہ کر دینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ترجم نہ ری: بہ کعبہ اے اعرابی

کس رہ کر می روی تیرستان است

(حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی و دعوت صفحہ ۸۸)

مرتبہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ

### جماعت کے لئے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی اصولی ہدایات

ملفوظات و مرکاتیب کے آئینہ میں

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ ”ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ“ کے

ابتدائیہ میں بطور تہذیب و تربیت پڑھتے ہیں (ادارہ)

حضرت مولانا نے مسلمانوں میں دینی زندگی اور ایمانی روح پیدا کرنے کی جو کوشش ایک خاص طرز پر شروع کی تھی اور جس میں آپ نے بالآخر اپنی جان بھیا دی مولانا کا اصلی کارنامہ دینی و دنیوی دعوت ہے۔ اور الحمد للہ کہ مولانا مرحوم کے بعد بھی وہ سلسلہ کم از کم مقدار اور کثرت میں تودرس گئے اضافہ اور ترقی کے ساتھ جاری ہے۔ البتہ دعوت کے اصول اور اس کی روح (ایمان و مصائب) کے تحفظ کی طرف اس تحریک سے خاص تعلق رکھنے والوں کو زیادہ سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں بہت کچھ رہنمائی اور نشانہ دہی اس مجموعہ ملفوظات میں بھی ہم حاصل کر سکتے ہیں اور دراصل یہی اس کی اشاعت کا خاص مقصد ہے۔

واللہ یقول الحق وهو ینہدی السبیل والحمد للہ اولاً و آخراً (صفحہ ۱۲)

### ○ تحریک کا اصل مقصد

ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو صحیح ماخا بہ اللہ، سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد نہی

اپنے دین میں رسوم خالص کرنے کے لئے۔

۳ مختلف گروہوں میں ان کی تفریق خوبیاں جذب کرنے کیلئے۔ (فتاویٰ مدنیہ ۷۶)

○ تعلیم حضرت تھانویؒ کی اور طریقہ میرا ہو:

حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے جس میں ادا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو انکی ہوا اور طریقہ تبلیغ میرا ہو اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔ (فتاویٰ مدنیہ ۵۸)

○ اصول کی پابندی ضروری ہے:

یاد رہتا چاہئے کہ ہر چیز اپنے اصول اور اپنے طریقہ سے مکمل ہوتی ہے۔ غلط طریقہ سے تو آسان سے آسان کام بھی دشوار ہو جاتا ہے اب لوگوں کی غلطی کی یہ ہے کہ وہ اصول کی پابندی ہی کو مشکل سمجھتے ہیں اور اس سے گریز کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں کوئی معمولی سے معمولی کام بھی اصول کی پابندی اور مناسب طریقہ کا اختیار کئے بغیر انجام نہیں پاتا۔ جہاز، کشتی، ریل موٹر سب اصول ہی سے چلتے ہیں حتیٰ کہ ہڈیاں روٹی بھی اصول ہی سے پتی ہے۔“

○ تبلیغ کے لئے علم اور ذکر دونوں ضروری

آپ لوگوں کی یہ ساری چلت چھرت اور ساری جدوجہد بے کار ہوگی اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دونوں چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جدوجہد فساد فتنے اور مضلالت کا ایک پیار و سازش نہ بن جائے۔ دین کا اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر غفلت ہے اور علیٰ حد اگر علم دین ہیں۔ اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر غفلت ہے۔ الغرض علم میں نور و ذکر سے بے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے۔ الغرض علم میں نور و ذکر سے آتا ہے اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات و ثمرات حاصل نہیں ہوتے بلکہ بنا

○ ”ہماری تبلیغ کی بنیاد جدیدہ رحم پر ہے“

ہماری تبلیغ کی بنیاد ہی رحم پر ہے اس لئے یہ کام شفقت اور رحم ہی کے ساتھ ہونا چاہئے اگر تبلیغ اس لئے تبلیغ کر رہا ہے کہ اس کو اپنے بھائیوں کی دینی حالت کے اثر ہونے کا قصد ہے تو یقیناً وہ رحم اور شفقت کے ساتھ اپنے فریضہ کو انجام دے گا لیکن اگر یہ نشاہ نہیں کچھ اور نشاہ ہے تو پھر کبر و عجب میں جھلا ہوگا جس سے نفع کی امید نہیں، نیز جو شخص اس حدیث کو پیش نظر رکھ کر تبلیغ کرے گا اس میں خلوص بھی ہوگا اس کی نظر اپنے عیب پر ہی ہوگی اور دوسروں کے عیب پر نظر کے ساتھ ان کی اسلامی خوبیوں پر بھی نظر ہوگی تو یہ شخص اپنے نفع کا حامی نہ ہوگا بلکہ شاکہ ہوگا اور اس تبلیغ کا کرہ بھی ہے کہ حمایت نفس سے الگ ہو کر خشکیت نفس کا سبق ہمیشہ پیش نظر ہے۔ (فتاویٰ مدنیہ ۸۲)

○ ”ہمارا مقصد علماء اور دنیا داروں کے درمیان میل ملاپ ہے“

اپنی اس تحریک کے ذریعہ ہم ہر جگہ کے علماء اور اہل دین اور دنیا داروں میں میل ملاپ اور صلہ و رشتہ بھی کرنا چاہتے ہیں نیز خود علماء اور اہل دین کے مختلف حلقوں میں الفت و محبت اور تعاون و یکجہت کا پیدا کرنا اس سلسلے میں ہمارے پیش نظر بلکہ ہمارا اہم مقصد ہے اور یہ دینی دعوت ہی ان شاء اللہ اس کا ذریعہ اور وسیلہ ہے گی (فتاویٰ مدنیہ ۸۲)

○ تبلیغ والوں کو تین مقاصد کے لئے سفر کرنا چاہئے

ہماری تبلیغ میں کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کے لئے خصوصیت سے جانا چاہئے

- ۱ علماء اور صلحاء کی خدمت میں دین سکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لئے۔
- ۲ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں میں دینی باتوں کو پھیلانے کے ذریعہ اپنی تکمیل اور

مصلحت ترمیم و تبدیل ضروری ہے۔ البتہ جو چیزیں شریعت میں مخصوص ہیں وہ ہر زمانہ میں یکساں طور پر واجب العمل رہیں گی۔

(فتاویٰ رضویہ ۱/۱۶۵)

### ○ ”ذرائع کو مقاصد کا درجہ دینا غلط“

آج کل دین کے باب میں یہ غلط فہمی نہایت عام ہو گئی ہے کہ سب آدمی کو غایات کا اور ذرائع کو مقاصد کا درجہ دے دیا جاتا ہے اگر غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ دین کے تمام شعبوں میں یہ غلطی کھس گئی اور ہزاروں فریبوں کی یہ بڑ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۱/۸۸)

### ○ دن کی کوئی قید نہیں

اب یہ کہنا چھوڑ دو کہ تین دن یا پانچ دن یا سات دن دوس یہ کہو کہ راستہ یہ ہے جو جتنا کرے گا اتنا پائے گا اس کی کوئی حد اور کوئی سرانہیں ہے رسول اللہ ﷺ کا کام سب شیعوں سے آگے ہے اور حضرت ابو بکر کی ایک رات اور ایک دن کے کام کو حضرت عمرؓ نے پانچ گھنٹے اور اس کی غایت ہی کیا ہے تو یہ سونے چاندی کی کان ہے جتنا کھودو گے اتنا نکالو گے

(فتاویٰ رضویہ ۱/۱۱۶)

### ○ اس تبلیغ کا طریقہ خواب میں منکشف ہوا

آج کل خواب میں مجھ پر علوم صحیح کا القا ہوتا ہے اس لئے کوشش کرو کہ مجھے نیند زیادہ آئے۔ اس تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا اللہ تعالیٰ کا ارشاد

لَا تَنْبَغِيكَ إِلَّا مَا تَنْبَغِيكَ بِاللَّهِ

کی تفسیر خواب میں القا ہوئی کہ تم (یعنی امت مسلمہ) مثل انبیاء علیہ السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو تمہارا کام اس بالمعروف اور بنی علیہ المنکر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۵/۵۲۵)

اوقات ایسے جاہلوں کو شیطان اپنا کاروبار لیتا ہے لہذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلے میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس آوارہ گری ہو کر رہ جائے گی اور خدا نکرہ آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲/۳۹۹)

### ○ ابھی تک اصلی کام شروع نہیں ہوا

لوگ میری تبلیغ کے برکات دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ کام ہو رہا ہے حالانکہ کام اور چیز ہے اور برکات اور چیز ہیں۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ کی ولادت شریفہ ہی سے برکات کا تو ظہور ہونے لگا تھا مگر کام بہت بعد میں شروع ہوا اسی طرح نبیوں کے بعد میں بھی برکات ہوتی ہیں۔ اصل کام شروع نہیں ہوا جس دن کام شروع ہو جائے گا تو مسلمان اس حالت میں برس پہلے کی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے اور اگر کام شروع نہ ہوا بلکہ اسی حالت پر رہا جس پر اب تک ہیں اور لوگوں نے اس کو جملہ تحریکات کے ایک تحریک سمجھ لیا اور کام کرنے والے اس راہ میں کچل گئے تو جو فتنے ضد یوں میں آتے ہیں وہ مہینوں میں آجائیں گے اس لئے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲/۳۸۸)

### ○ ذرائع مقصود نہیں ہیں:

شریعت کی خاص غایت ہے اللہ تعالیٰ کے احکام و ادا کرنا مگر خواب طبعی اور زوالی کا کردہ طبعی ہو جائے تو یہ ہے شریعت کی غایت باقی جو کچھ ہے (یعنی خاص ادا کار کا اشتغال اور مخصوص قسم کی ریاضات وغیرہ) سو وہ اس کی تحصیل کے ذرائع ہیں لیکن اب بہت سے لوگ ان ذرائع ہی کو اصل طریق سمجھنے لگے۔ حالانکہ بعض تو ان میں سے بدعت ہیں۔ بہر حال چونکہ ان چیزوں کی حیثیت صرف ذرائع کی ہے اور یہ بذات خود مقصود نہیں ہیں اس لئے احوال و مقتضیات کے اختلاف کے ساتھ ان پر نظر پانی اور حسب

ہمارے طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہے ہر مسلمان کو بلوچہ اسلام کے عزت کرنا چاہیے اور علماء کو بلوچہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ

علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اعلیٰ علم اور اعلیٰ ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں اور ان کے علم و محبت سے بھی مستفید ہوں۔ (ملفوظات صفحہ ۵۶۵)

### ○ علماء و صلحاء کی خدمت میں صرف استفادہ کے لئے جایا جائے

ہمارے عام کام کن جہاں بھی جائیں وہاں کے تقانی علماء و صلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں۔ لیکن یہ حاضری صرف استفادہ کی نیت سے ہو اور ان حضرات کو براہ راست اس کام کی دعوت نہ دیں وہ حضرات جن دینی مشاغل میں لگے ہوئے ہیں ان کو تو وہ خود جانتے ہیں اور ان کے منافع کا وہ تجربہ رکھتے ہیں اور تم اپنی یہ بات ان کو اچھی طرح سے سمجھا نہ سکو گے۔۔۔۔۔ اس لئے ان کی خدمت میں بس استفادہ کے لئے ہی جایا جائے لیکن ان کے ماحول میں نہایت محنت سے کام کیا جائے اور اصولوں کی زیادہ سے زیادہ رعایت کی کوشش کی جائے اس طرح امید ہے کہ تمہارے کام اور اس کے نتائج کی اطلاع میں خود وہ ان کو بہرہ بخشیں گی اور وہ ان کے لئے دینی اور ان کی توجہ کی جانب ہو جائیں گی۔ پھر اگر اس کے بعد وہ خود تمہاری طرف اور تمہارے کام کی طرف متوجہ ہوں تو ان سے سرپرستی اور خبر گیری کی درخواست کی جائے۔ اور ان کے دینی ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات ان سے کہی جائے۔ (ملفوظات صفحہ ۳۶)

### ○ علماء کی خدمت کس نیت سے کی جائے؟

مسلمانوں کو علماء کی خدمت چار نیتوں سے کرنا چاہئے

### ○ "تبلیغی جماعت عوام میں صرف مطلب پیدا کر سکتی ہے"

علماء سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعتوں کی چلت پھرت اور محنت و کوشش سے عوام میں دین کی صرف مطلب اور قدر ہی پیدا کی جاسکتی ہے اور ان کو دین کیجئے پر آمادہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ اے دین کی تعلیم و تربیت کا کام علماء و صلحاء کی توجہ فرمائی ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے۔ (ملفوظات صفحہ ۷۷)

### ○ علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں

ایک بار فرمایا کہ "جو فوڈ سہارن پور ڈیو بندہ وغیرہ تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں ان کے ہمراہ تیار دہلی کے خطوط کر دیئے جن میں نیاز مندانا لہجہ میں حضرات علماء سے عرض کیا جائے کہ یہ فوڈ عوام میں تبلیغ کے لئے حاضر ہو رہے ہیں آپ حضرات کے اوقات بہت قیمتی ہیں اگر ان میں سے کچھ وقت اس قافلہ کی سرپرستی میں دے سکیں جس میں آپ کا اور طلبہ کا حرج نہ ہو تو اس کی سرپرستی فرمائیں اور طلبہ کو اس کام میں اپنی نگرانی میں ساتھ لیں طلبہ کو از خود بدوان اساتذہ کی نگرانی کے اس کام میں حصہ نہ لینا چاہئے اور قافلہ والوں کو ملنے کو فوڈ تبلیغ کو نصیحت کی جائے کہ اگر حضرات علماء توجہ میں کمی کریں تو ان کے دلوں میں علماء پر اعتراض نہ آنے پائے بلکہ یہ سمجھ لیں کہ علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں وہ راتوں کو بھی خدمت علم میں مشغول رہتے ہیں جبکہ دوسرے آرام کی غیور سوتے ہیں اور ان کی عدم توجہ کو اپنی کوتاہی پر معمول کر لیں کہ علماء کے پاس آمد و رفت کم کی ہے۔ اس لئے وہ ہم سے زیادہ ان لوگوں پر متوجہ ہوں۔

سال کے لئے ان کے پاس آس پڑے ہیں۔ پھر فرمایا کہ

ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلا وجہ بنگالی ملاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ



علمی سطح کے مطابق ہوا ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں

"اہل علم کے لئے عربیت صحابہ کے کلام اخصام بالکتاب والسنت اور بشر دین

کی تحریروں کے مضامین جمع کرنے کی خصوصی اور بہت اہتمام سے غور کرنے کی

ضرورت ہے۔ علمی طبقہ کے لئے اس کے تیار ہونے کی بہت شدید ضرورت ہے۔ اس

کے بغیر اس تحریک میں ملنے سے علمی شخص اور قائل انجبار انگاری اور سرکاری خطرہ ہے

اور اسی کی خوبی اور کمی پر علمی طبقہ کا بیخوش اور قنوطی ہے اس لائن میں ہندو تاجیر کے دماغ

میں کچھ ایسے ایسے خیالات ہیں کہ نقل از وقت ہونے کی بنا پر زبان سے نکالے کوئی نہیں

چاہتا" (حضرت مولانا ایاں اور ان کی دینی دعوت صفحہ ۳۲۵)

### ○ تبلیغی اجتماع کے بعد مسجد یا خانقاہ کی طرف رجوع:

مجھے جب بھی بیانات جانا ہوتا ہے تو ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ

جاتا ہوں۔ پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متحیر ہو جاتی ہے کہ جب

تک احتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہاراں پوریا مارے پور

کے غامض مجمع اور غامض ماحول میں جا کر نہ رہوں، قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔

دوسروں سے بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ۔۔۔ دین کے کام کرنے والوں کو

چاہئے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو غفلتوں کے ذکر و فکر کے ذریعہ دھویا

کریں (المؤید ۸۵ صفحہ ۷۵)

### ○ اپنا اخصاب خود کرنا چاہئے

علم کا سب سے پہلا اور اہم تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کا اخصاب کرے۔

اپنے فرائض اور اپنی کوتاہیوں کو سمجھے اور ان کی ادائیگی کی فکر کرنے لگے لیکن اگر اس کے

جائے وہ اپنے علم سے دوسروں ہی کے اعمال کا اخصاب اور ان کی کوتاہیوں کے شمار کا

۱ اسلام کی جہت سے چنانچہ محض اسلام کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی

زیارت کو جائے یعنی محض حبہ للہ ملاقات کرنے تو ستر ہزار فرشتے اس کے

پاؤں سے تلامیے پر اور بازو بچا دیتے ہیں۔ تو جب مطلقاً ہر مسلمان کی زیارت

میں یہ فضیلت ہے تو علماء کی زیارت میں بھی یہ فضیلت ضروری ہے۔

۲ یہ کہ ان کے مکتوب و اجسام حامل علوم نبوت ہیں اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم

اور لائق خدمت ہیں۔

۳ یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

۴ ان کی ضروریات کے تنقید کے لئے۔ (المؤید ۴۲ صفحہ ۵۵۵)

### ○ مدارس کی اہمیت

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرنے میں آپ بہت فرما دیں کہ بیٹکوں میں دوسروں کا

ست پر جانا یا ہندو بن جانا اہل زمانہ کے لئے نہایت وبال اور نہایت باز پرس کا خطرہ رکھتا

ہے کہ قرآن و دنیا سے متا چلا جائے اور ہمارے بیٹوں میں اس کا کوئی حصہ اور ہمارے

دلوں میں اس کا کوئی درد نہ ہو، یہ سب باتیں خطرناک ہیں۔

(حضرت مولانا ایاں اور ان کی دینی دعوت ص ۴۸)

### ○ اہل علم کے لئے الگ خانہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ علماء کے لئے مولانا کے منصوبے پر گفتگو

کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

"اس تعلیم و تعلم کے خانہ میں ترقی کی بڑی گنجائش ہے۔ مولانا اس کو تکمیل اور

جامع و یکجہا چاہتے تھے کہ ہر دینی و ملی سطح کے لوگوں کو اپنی تربیت و ترقی کا پورا موقع مل

سکے ان کے ذہن میں اہل علم کے لئے الگ خانہ تھا جو ان کے مناسب حال اور ان کی

کہ میں تمہاری نگرانی سے مستثنیٰ نہیں ہوں“ میں بھی آپ لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ میرے احوال پر نظر رکھئے اور جو بات ٹوٹ سکے گی ہو اس پر ٹوٹ گئے۔ (ملفوظ ۱۶ ص ۱۴۳)

### ○ ”کسی کا مان لینا کامیابی نہیں ہے“

کیسا غلط رواج ہو گیا ہے دوسرے لوگ ہماری بات مان لیں تو اس کو ہم اپنی کامیابی سمجھتے ہیں اور نہ مانا میں تو ہماری تاکا کی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اس راہ میں یہ خیال کرنا بالکل ہی غلط ہے۔ دوسروں کا ماننا یا نہ ماننا تو ان کا فضل ہے ان کے کسی فضل سے ہم کامیاب یا ناکام کیوں گئے جائیں ہماری کامیابی یہی ہے کہ ہم اپنا کام پورا کر دیں۔ اب اگر دوسروں نے نہ مانا تو یہ ان کی تاکا کی ہے ہم ان کے نہ ماننے سے ناکامیاب کیوں ہو گئے لوگ بھول گئے وہ منہ بند ہے کو (جو درحقیقت خدا کا کام ہے) اپنا کام اور اپنی ذمہ داری سمجھنے لگے حالانکہ ہماری ذمہ داری صرف بطریق حسن اپنی کوشش لگا دینا ہے نہوائے کام کا ہم پیغمبروں کے سپرد بھی نہیں کیا گیا

ہاں نہ ماننے سے یہ سبق لینا چاہیے کہ شاید ہماری کوشش میں کمی رہی اور ہم سے حق ادا نہ ہو سکا جس کی وجہ سے اللہ پاک نے یہ نتیجہ ہمیں دکھلایا اور اس کے بعد اپنی کوشش کی مقدار کو بڑھا دینے اور دعا و توفیق طلبی میں لگا دینا امتنا نہ کرنے کا عزم کر لینا چاہئے۔ (ملفوظ ۸ ص ۳۵)

(یکمیل مضمون ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ مرتبہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور سوانح حضرت مولانا محمد الیاسؒ مرتبہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی بن ندویؒ سے ماخوذ ہے)

کام لیتا ہے تو پھر علی کہہ ضرور ہے اور جو عالم کے لئے براہِ ملک ہے ع کا رخ و کن کار بجائے کن (ملفوظ ۹ ص ۲۰۱)

### ○ خوف کا غلبہ

فرمایا: — مجھے اپنے اوپر استدراج کا خوف ہے میں نے عرض کیا کہ یہ خوف عین ایمان ہے (حضرت امام حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ اپنے اوپر یشاق کا خوف مؤمن ہی کو ہوتا ہے) مگر جو ان میں خوف کا غلبہ اچھا ہے اور بڑھاپے میں حسن ظن بالذات اور رجا کا غلبہ اچھا ہے فرمایا صحیح ہے۔ (ملفوظ ۶ ص ۱۲۳)

### ○ صرف میرے کہنے پر عمل کرنا بددینی ہے

میری حیثیت ایک عام مومن سے اونچی نہ سمجھی جائے۔ صرف میرے کہنے پر عمل کرنا بددینی ہے میں جو کچھ کہوں اس کو کتاب و سنت پر پیش کر کے اور خود غور و فکر کر کے اپنی ذمہ داری پر عمل کرو میں تو سن شوہر دیتا ہوں۔

فرمایا: حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ تم نے میرے سر پر

بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے تم سب میرے اعمال کی نگرانی کیا کرو۔

میری بھی اپنے دوستوں سے بڑے اصرار اور الماح سے یہ درخواست ہے کہ وہ میری نگرانی کریں، جہاں غلطی کروں وہاں ٹوکیں اور میرے رشد و سداد کے لئے دعائیں بھی کریں۔ (ملفوظ ۱۱ ص ۱۶۹)

### ○ جو بات ٹوٹنے کی ہو اس پر ٹوٹ گئے

بعض خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ’حضرت فاروق اعظم‘ حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذؓ سے فرماتے تھے

پیشی نظر آتی تھیں پہلے مولانا محمد میاں صاحب اور ان کے بعد پیشی شتی ارخان صاحب یہ دونوں بہتیاں بالترتیب جماعت کی روح اور جماعت کا فکر تھیں اور مولانا حفظہ ارخان صاحب کی کلی کر سیدوں اور ملی جہاد کا دل و دماغ تھئے۔

مولانا محمد میاں صاحب نے دینی تعلیم کی تحریک کے لئے مسلم تیار کرنے کی غرض سے دہلی تاریخی مسجد (زیست السابحہ و ربانیہ) میں ایک ترقی کر قائم کیا۔

اس مرکز میں مدارس کے فارغ التحصیل علماء داخل کئے جاتے تھے اور انہیں تین مہینہ تربیت دے کر فارغ کر دیا جاتا تھا۔

اس تربیت کے امیر مولانا محمد میاں صاحب تھے تربیت کے سلسلہ میں ہر ہفتہ ایک عالم دین اور تعلیمی دانش ور کا گلچہ اور تقریر کرنا کی جاتی تھی۔

ان علماء میں ایک تقریر کے لئے مولانا محمد یوسف صاحب علیہ الرحمہ کو بھی دعوت دی گئی اور مولانا نے قبول کر لیا۔

مولانا کی تقریر کی مجلس میں دہلی کے بڑے بڑے علماء اور علماء اہم شریک تھے مولانا مرحوم اس اہم تقریر کے لئے ایسا معلوم ہوتا تھا خوب تیاری کر کے آئے ہیں کیونکہ یہ مجلس عوامی نہیں تھی اور مولانا مرحوم کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا۔

مولانا محمد میاں صاحب علیہ الرحمہ نے مجلس تربیت کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا جمیعہ علماء ہند دینی تعلیمی تحریک کے ذریعہ اپنے دینی کارکنان ایسے مسلم و مدرس تیار کرنا چاہتی ہے جو زمانہ حال (مادی ترقی) کے مطابق عقائد و عبادات کے ساتھ انقطاع و معاشرت کے اسلامی احکام اور انقطاع و معاشرت سے متعلق اسوۂ رسول اللہ ﷺ اور اسوۂ صحابہ کی اہمیت کو بھی تسلیم کرے اور مسلمانوں کی خدمت عبادت و انقطاع و دونوں میدانوں میں انجام دے دینا داری جمیعت و تجارت اور جدیدہ تعلیم و ترقی کے کاموں کو کٹا ہوا تصور نہ کرے۔

کلہ اور نمازی کی دعوت پورے اسلام کی دعوت ہے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب علیہ الرحمہ امیر جماعت تبلیغ کی تاریخی تقریر

حضرت مولانا انقطاع حسین قادیانی دہلی

(محترم باوا صاحب کے نام ایک خط سے اقتباس)

امید ہے کہ آپ کی صدائے حق کا جواب ہوگی کا سامانی کے آثار شروع ہو گئے ہیں اب تبلیغی اجتماعات میں قرآن کریم کی تفسیر پڑھنے کی بہایت امر تبلیغ کی طرف سے دی جا رہی ہے اور جماعت کو قرآن کریم کی اس وجہ سے بچانے کی ہر وجہ کا آواز ہو چکا ہے کہ

وقال الرسول يا رب ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا  
ترجمہ: اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے کہ اے اللہ میری قوم نے

قرآن کریم کو محروک کر دیا تھا۔  
پناہ بخدا!

میں نے مولانا محمد یوسف علیہ الرحمہ کی ایک تقریر برصغیر کی ہے اس تقریر میں مولانا نے آج کے ظہور کو محسوس کر کے جماعت کو قرآن پاک کے نورانی چشمہ سے بہاواراست استفادہ کرنے پر زور دیا ہے وہ پیشی خدمت ہے۔  
(انقطاع حسین)

دینی تعلیم کی تحریک جس کی محرک جمیعتہ علماء ہند تھی اس تحریک کو عملی طور پر چلانے کا کام حضرت مولانا محمد میاں صاحب علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں تھا۔

مولانا محمد میاں صاحب دراصل اس تاریخی جماعت کی زبان و قلم تھے تعلیمی سرگرمیوں کے امیر تھے مولانا مرحوم کو مولانا احمد مجتبیٰ علماء کاؤڈا وانون مصری (مشہور بزرگ) کہا کرتے تھے۔

مرکزی دفتر قادیانی قاسم خان دہلی میں مولانا حفظہ الرحمن صاحب کی بائیں طرف دو بزرگ بہتیاں

اہمیت ان کے دل میں قائم کر کے پوری شریعت سے بے نیاز کر دے کسی کے دل میں یہ ذالہ سے کہہ کر نماز میں کافی ہے اسی میں مشغول رہو نہ نجاست ہو جائے کسی کے دل میں نج و کافرا کا تاشق پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اسی میں گن رہتا ہے کہ ہر سال نج و کفر کرتا رہے اس وہ اسی مبادت سے جنت کا گنج مالک بن جائے گا کسی کو بہت رسول اور مشق رسول کی غالی خولی باتوں میں گن کر دیتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت دل میں ہو تو بس جنت اس کی اور اس کے باپ دادا کی ہے۔

نماز روزہ حج اور زکوٰۃ اور مال باپ کی خدمت کرنا ضروری نہیں خدا تعالیٰ نے اسی بات کو شیطان کا نقش قدم کہا ہے اور اس سے ہوشیار کیا ہے۔

میرے بھائی! حرمین تعلیم کے مدرسوں کو بچانے اور ہماری نسلوں میں دین بچانے کی ذمہ داری لے کر رہا ہے ہوس لئے میں تم کو آگاہ کر رہا ہوں کہ ہماری تنظیمی محنت کھڑے اور نماز کی تحریک بھلائی جاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بس کھڑے ہو اور نماز ادا کر دو تم دین کی تلاش پا جائے بلکہ کھڑے رہنا پورے دین کا عنوان ہے۔

تبلیغی کام کرنے والوں کی آسانی کے لئے کھڑے اور نماز کا مختصر عنوان دے دیا گیا ہے اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ کھڑے اور نماز کا عنوان ہے اور نماز اسلام کی تمام عبادات عبادات مالی ہوں یا جسمانی عبادات حقوق اللہ کی ہوں یا حقوق العباد کی سب کا عنوان اصلوۃ ہے۔

یہ عنوان ہم نے سورہ مدثر یا ایہا المدثر ”سے لیا ہے جو سورہ آراء کے بعد سب سے پہلی دی ہے۔

اس پہلی آسانی ہدایت میں کہا گیا ہے:

اے چارہ دار! ڈرتے والے! کھڑے ہو جاؤ تیار ہو جاؤ اور اپنے پروردگار کی کسریائی کا اعلان کرو ورنہ فکیر۔ اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھو ثيابك فطہر۔

امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں کجیرات کو تو حرام اور حلال کا فرق قرار دیا ہے اور کبیروں کی

مسلمانوں کی تاریخ کا ہمہ روزہ حج اسی راہ پر چلنے سے ہونا اور دین کے وسیع اور کامل تصور سے قطع ہو کر ہمہ روزہ مال کے گرداب میں پھنس گئے۔

اس کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب نے سورہ بقرہ کی آیت (۲۰۸) تلاوت کر کے اپنی تقریر شروع کی ”یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی المسلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین“ (بقرہ ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شریعت اسلام کے تمام احکام اور فرائض کی تعمیل کرو اور شیطان کے نقش قدم سے دور رہو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

عربی میں سلم کے زیرے اور سلم کے زہر و فوفوں طرح آتا ہے اور اس کے لغوی معنی امن و سلامتی کے ہیں قرآن کریم اس نفس کو اسلام کے معنی میں استعمال کرتا ہے کیونکہ مذہب اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے شرف و فاد اور برائی کا مذہب نہیں ہے۔

پھر اسلام اور سلم و فوفوں کا دو ایک ہی ہے اسلام یعنی سلامتی کے دائرہ میں داخل ہونا دین اور دنیا و فوفوں کی بلاکتوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر لینا حضرات علماء مجاہدین کی آیت میں لکھتے کہ فوفوں حال قرار دینے کی دو معنی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اگر اس کو ادخلوا کی تفسیر ترجیح سے حال بنایا جائے تو اس کے معنی ہوں گے اے لوگو! تم سب کے سب اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

اگر اس لفظ کی سلم سے حال بنایا جائے تو اس کے معنی ہوں گے اے لوگو! تم پورے اسلام اور مکمل شریعت میں داخل ہو جاؤ۔

اگر علماء تابعین نے دوسری صورت کے مطابق اس آیت کی تفسیر کی ہے اس لئے علماء سابقین کثیر نے اس ترکیب خوب کوئی ترجیح قرار دیا ہے۔

شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو چند عبادات میں مشغول رکھے اور چند عبادات کی



پاک سے تمام عبادات کی طرف اشارہ کیا ہے اگر نماز اور اس کے پورے نظام و پروگرام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ عبادت اسلام کے پورے نظام عبادت عبادات الہی اور مضبوط خلق کی مکمل روح اپنے اندر رکھتی ہے۔

میرے بھائی! ہمارے بعض مسلمان بھائی یہ کہتے ہیں اور اس زبان سے نہیں کہتے تو ان کے دل میں یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہوگا کہ نظام الدین کا تلبیغی کام مسلمانوں کو بحث و مردی کرنے تجارت کرنے اور روزی کمانے سے بچ کر رہنا ہے یہ خیال کم فہمی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

میرے بھائی (مولانا محمد الیاسؒ) فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے رسول آخر الزماں ﷺ کی دلیل صداقت نظام نبوی اعتبار سے الہی جہاں صدق اور الہی جہاں حلال میں ہونے پر قائم تھی۔

یعنی آپؐ نے اپنی تیس سالہ (دس سال چین کے علاوہ) ہجرت و زندگی کو 'مسائلات کی امانت و دیانت کو اپنے صادق رسول ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا اور فرمایا:

فقد لبثت فيكم عمداً من قبله افلا تعقلون۔

اے قریش! کیا میں نے تم میں اس سے پہلے اپنی عمر کا پورا حصہ گزارا ہے کیا تم غور نہیں کرتے میری عمر کا اتنا بڑا حصہ کوہِ شیبہ میں نہیں گزارا میں نے عمر کے پچاس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گزارے ہیں جنگوں میں پہاڑوں میں اور کوہِ شیبہ میں نہیں گزارا۔

پھر کیا اس طویل زندگی کے مسائل کے بعد میں نے جھوٹ بولا بددیانتی کی دھوکہ بازی کی! اگر نہیں تو آج میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں خدا کا چار رسول ہوں تمہارے نزدیک مشکوک کیوں ہے۔

میرے بھائی! غور کرنا کہ دنیا مسائل کی دنیا ہے مسائل کی بہرہ گیری نے تعلیم تجارت صنعت و حرفت کے پھیلاؤ نے ساری دنیا کو ایک قوم بنادیا ہے اور یہ بہرہ گیری اور پھیلاؤ سائنس کی ترقیات کا نتیجہ ہے اور سائنس کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمت عقل و فکر کی ترقی کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسائل کی بہرہ گیری کے اس عین الہی و الہی دور کی خاص طور پر رہنمائی کیلئے جو

رسول بھیجا انہوں نے پچاس سال تک مسائل کے اندر تجارت میں بکریاں چرانے میں غریبوں کی مدد کرنے میں رشتہ داروں کا داغی حق ادا کرنے میں گذاری اور بکریاں ان کی عبادت رہی۔

حضرت خدیجہ اکبرؓ کے اتفاقاً جو حضور ﷺ کی پچاس سالہ زندگی کی تعریف و تعارف میں کہے گئے ہیں ان پر غور کرو۔

افلک لتصل الرحم وتصل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين على ذنائب الحق۔

ایسے رسول قبول ﷺ کی ریاست آخری امت ہے اس امت کی یہ خاص ذمہ داری ہے کہ وہ خدا کی عبادت نماز روزہ اور حج و عمرہ کے ساتھ تجارت صنعت و حرفت اور تعلیم اور محنت کے میدان میں اپنی ضرورت ثابت کرے۔

پھر تلبیغی جماعت کے ذمہ دار علماء کہیے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان صرف کلمہ پڑھنے اور نماز روزہ ادا کرنے سے پورا مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔

روزہ و قہرہ کی مذکورہ آیت بھی حکم دے رہی ہے کہ مسلمان اسی وقت صحیح مسلمان کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں جب ہی خدا تعالیٰ کے وعدوں کے تحت ہو سکتے ہیں جب وہ اپنی پوری زندگی کو توحید نبوت اور نماز روزہ کے ساتھ کسبِ حلال کے میدان میں مرکب کر رکھیں محنت سے ہی نہ چرائیں 'تعلیم میں کورونہ پڑیں خدا کے بندوں کی خدمت کرتے رہیں۔

عملی کروڑوں انسانی فطرت میں داخل ہے کہ ان اسلام کے بارے میں صحیح عقیدہ اپنی مسلمانی کے بارے میں صحیح تصور مسلمانوں کے لئے لازم ہے۔

میں مولانا محمد مہیا صاحب جو میرے بزرگ ہیں ان کا شکریہ ادا کر رہا ہوں کہ انہوں نے اہل علم کی اس مجلس میں مجھے جیسے ایک اہل طالب علم کو لب کشفائی کرنے کی دعوت دی۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے جماعت دہلی الہی اور حضرت شیخ الہند کی پیکار (قرآن کی طرف لوٹ) کی صحیح ترجمانی کی ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ کی اصلاقی تحریک پر جمیہ علماء ہند کی رسی ہے اس



ذیل میں چند اشارات پیش خدمت ہیں!

☆ مرکزی الملت کے انتخاب میں اسلامی تاریخ کے مربوطہ طرق سے بہت کر قوجد اسیر کے بجائے تعدد اسیر کو اختیار کیا گیا جو بالکل قائم ہے اس کی کوئی نظیر شریعت اسلامی میں موجود نہیں۔ دفاع اسلامیہ میں ضلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی چھ مکتبی مجلس کا بعض لوگ حوالہ دیتے ہیں مگر اس کی حیثیت محض عبوری تھی اور پھر وہ مجلس ’مجلس خلافت نہیں بلکہ برائے تفکیر خلافت تھی اسی لئے تشکیل خلافت کے ماسوا بنیادی فیصلے کرنا اس کے اختیار سے باہر تھا۔ ☆ مستورات کی جماعت کی بابت مقدمہ ہم جو اکابر علماء کے فتاویٰ و ارشادات کی روشنی میں سراسر دین کے مزاج اور عورت کی حیثیت عرفی و شرعی کے خلاف ہے علاوہ ازیں پوری تاریخ اسلامی بشمول عہد مولانا محمد الیاسؒ اس کی نظیر سے خالی ہے ☆ نصوص کا غلط انطباق جو بعض مرتبہ معمولی تحریف کے ذیل میں داخل ہو جاتا ہے ☆ ترغیب و تحریم کے ساتھ جبر و اکراہ کی بعض صورتیں جو دینی دعوت کے مزاج کے خلاف ہیں ☆ یہ تصور کہ دین کا کام بس یہی ہے باقی مداریں ’مکتبہ خافتوں اور تحریکات کی صورت میں جو کام ہو رہے ہیں وہ دین کے حقیقی کام نہیں ہیں ☆ بیان کرنے یا عمل دینداری کیلئے چلے گئے کا لٹرڈم ☆ جو لوگ اس کام میں حصہ نہ لیں اور دیگر اہم امور ضروری دینی خدمات میں مصروف ہوں مان پرکتہ چینی اور ملامت ☆ امتیاز کلمات کے مواقع پر دوسرے امور غیر کے بجائے صرف زیادہ سے زیادہ جماعتیں نکالنے پر زور ☆ مکتبہ جلوس کی تعداد کا لٹرڈم ☆ اوقات و ایام کا لٹرڈم ☆ کتاب فتنائل اعمال کا لٹرڈم ☆ مخصوص بیت و صورت کا لٹرڈم یہ تمام التزامات التزام مالامل اور اصطلاح شرع میں بدعت کے دائرے میں آتے ہیں۔ اور بلبریلوں کے خلاف اکابر و یوہند کی ساری جدوجہد کی روح ہی یہی رہی ہے۔ ورنہ اصولی طور پر قیام میلاد سلام فاتحہ قرآن خوانی تمام رسوم کا جو لازمہ جو ہے۔ مگر فکری، عملی یا روایتی لٹرڈم کی مباح یا مستحب چیز کو بھی بدعت بنادیتی ہے۔ لٹرڈم کا یہ چلانا ہوتا جماعت کی کسی

فرمایا: یہ تمام چلت پھرت تو میرے اصل کام کی صرف الف بناء ہے (ملفوظ ۲۳)۔ اسی طرح فرمایا: میری چاہت ہے کہ اس کام میں لگا کر لوگوں کو سات سو سال پہلے کے لوگوں کی طرح بنادوں (ملفوظ نمبر ۳۸)

حضرت شیخ ذکر یا مہاجر مدنی کے ملفوظات میں ہے کہ:

حضرت پچا جان (مولانا محمد الیاس صاحب) نور اللہ مرقدہ خود فرمایا کرتے تھے کہ علم و ذکر تبلیغی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ان کے بغیر تبلیغ نہ چل سکے گی، حضرت نور اللہ مرقدہ خود مدرسہ کا اہتمام نہ کرتے تھے اس لئے تبلیغی کام کرنے والوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اس تبلیغی کام کا مدرسہ یا خانقاہوں پر فضیلت دیں نہ زبان سے نہ اشارہ کنایہ سے، خوب سمجھ لو اور غور کرو۔۔۔ مگر ایک بات مولویوں سے بھی کہنا ہوں کہ مکتوبات پر ضرور نوٹ کرو (ملفوظات شیخ نمبر ۳۲)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس جماعت کے عام لوگوں کو چھ باتوں تک محدود کر دیا تھا

آج کل کی اور عملی طور پر یہ جماعت علماء و مشائخ اور مدارس و خانقاہوں سے دور ہوئی جارہی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بے اصولیوں کے بڑے واقعات سامنے آرہے ہیں، جزیوی واقعات کی کمی نہیں ہے مگر اصولی طور پر چند چیزیں ایسی ہیں جو شرعی نقطہ نظر سے قابل غور ہیں اور اگر پوری درود مندی اور دلوسوزی کے ساتھ ان پر توجہ نہ دی گئی اور ان کی اصلاح نہ کی گئی تو نہ صرف یہ کہ یہ جماعت مسلک حق اور مسلک دلوہند سے الگ ہو جائیگی بلکہ دیگر بدعتی فرقوں کی طرح یہ محض ارشادات ’فرمودات اور توہمات و واقعات پر مبنی والی ایک جماعت بن جائیگی (الہیاذ بانڈ) جو نہ صرف مسلک دلوہند کا نقصان ہوگا بلکہ ملت اسلامیہ کا بھی نقصان ہوگا کہ موجودہ دور میں دین کے نام پر کام کرنے والی اتنی بڑی عالمی جماعت کوئی نہیں۔

لئے ضروری اور تجید و اقتدا کے لئے جائیں جن کا مقصد اشتراک نہ ہو بلکہ اصلاح ہو آپ کے مفید مشورے اور احساسات و ذیالات کا نظارہ بیگم۔ ہمیں آپ کی عظیم دینی، علمی اور ملی مصروفیات کا پورا احساس ہے لیکن اس عظیم ہنر کے مسئلے کے لئے آپ کے قیمتی وقت اور رہنمائی کی امت کو سخت ضرورت ہے۔ گزارش ہے کہ بجائے مکمل اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں۔ گزارش ہوگی۔

والسلام

اختر امام عادل

سلطنت صغیر ۲۳

مظفر حسین کا ندھلوی (۱۳۸۲ھ) کا علمی و روحانی تعلق بھی خاندانِ ولی الہی سے مربوط ہے۔

الغرض اسلام زندہ مذہب ہے تو اس کی دعوت و تبلیغ کا عمل بھی ہر دور میں زندہ رہے گا اعزاز میں تبدیلی آئے گی۔ وسائل و ذرائع میں فرق ہو گا مگر روح دعوت اور مقاصد تبلیغ ہمیشہ ایک رہیں گے اور ہمیں مکمل یقین ہے کہ دعوت و اصلاح کا یہ تاریخی تسلسل انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

### دعاء کی حقیقت

☆ شیخ التبلیغ، حضرت مولانا محمد الیاس کا ندھلوی

دعاء کے بارے میں بانی و شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کا یہ ملفوظ ۵۳-۴۴ میں نظر سے گزرا۔ فرمایا..... مسلمان دعاء سے بہت غافل ہیں اور جو کرتے بھی ہیں ان کو دعاء کی حقیقت معلوم نہیں۔ مسلمانوں کے سامنے دعاء کی حقیقت کو واضح کرنا چاہیے۔ ”دعاء کی حقیقت ہے کہ اپنی حاجتوں کا بلکہ بارگاہ میں پیش کرنا..... پس اچھی بند بارگاہ ہے اتنا ہی دعاگوں کے وقت دل کو متوجہ کرنا اور الفاظ کو تصریح و زاری سے ادا کرنا چاہیے اور یقین و اذعان کیا تھا دعاء کرنا چاہیے کہ ضرور قبول ہوگی کیونکہ جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بہت سچی و کریم ہے اپنے بندوں پر رحم ہے۔ زمین و آسمان کے خزانے سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں“

روایت کے (جو زیادہ سے زیادہ سماج کے دائرے میں آتی ہے) خلاف کر کے دیکھیں بڑے واقعات ہیں پورا دفتر ہو جائیگا مثلاً عصر کے بعد کی تعلیم کے لئے فضا کی اعمال کے بجائے حضرت تھانوٹی یا اور کسی اہل علم کی کتاب یا تفسیر قرآن ہی رائج کر کے دیکھئے، پھر دیکھئے کہ مرکز اور شاخوں کی طرف سے کیا رد عمل ہوتا ہے۔ ان چیزوں کی اصلاح کیلئے پوری بھروسہ نئے خواہی اور محبت کے جذبات کے ساتھ علماء اور اہل شعور کی ایک تعداد انفرادی یا اجتماعی اور تحریری یا زبانی طور پر کچھ برسوں سے سرگرم عمل ہے جس میں بعض اکابر علماء اور محققین کے نام بھی لئے جاسکتے ہیں۔ لیکن بعض لوگوں کا احساس ہے کہ جماعت نے اپنے کان بند کر لئے ہیں یا علماء و مصلحین کو اپنا مخالف سمجھ لیا ہے جبکہ جماعت حق کی شناخت یہ ہے کہ وہ اپنی اصلاح کیلئے شریعت کے مطابق ہر وقت تغیر پذیر حالات میں رہے، محض قدیم روایات و معتقدات یا ان سے مرتب ہونے والے تاریخ و ثورات کو بنیاد نہ بنائے اسلئے بعض مصلحین کا خیال ہے کہ جماعت کے مرکزی قائدین کو اس جانب خصوصی طور پر متوجہ کیا جائے اور اصلاح کے تعلق سے ان پر دباؤ ڈالا جائے بصورت دیگر ملکی نمونہ کے طور پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے مسلک و مزاج اور ان کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں متعدد مقامات پر ایسے حقیقی معنوی اور اصولی تبلیغی مراکز قائم کئے جائیں جہاں اس عظیم کار خیز کو خود دار و شاہین انبیاء اور تاریخ کا رولاء و صلاح فقہاء اور ان کے محبت و تربیت یافتہ حضرات انجام دیں۔

اللہ آپ سے دین و ملت کی عظیم خدمات لے رہا ہے اور آپ کا سلسلہ فیض دور دور تک پہنچا ہوا ہے آپ کا علم گہرا، فکر پختہ اور تجربات وسیع ہیں اس وقت امت کی قیادت کا باگ ڈور جن شخصیات کے ہاتھوں میں ہے ان میں ایک آپ بھی ہیں اس لئے بہت اسلامیہ کے نفع و نقصان کی پوری ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوتی ہے۔۔۔۔۔ لھذا

ہماری آپ سے مودت و گناہ گزارش ہے کہ اس مسئلہ پر فوری توجہ کی جائے اور اس کے

ایسا صاحب کے مسلک و مزاج اور ان کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں متعدد مقامات پر ایسے حقیقی معنوی اور اصولی مراکز قائم کئے جائیں جہاں اس عظیم کاذبوت کو خود وار شین انبیاء اور تجرید کار علماء ملکہ و فقہاء اور ان کے محبت یافتہ حضرات انجام دیں جو ایک طرح کا تربیتی مرکز بھی ہو اور داعیوں اور مبلغوں کے لئے اسوۂ خیر بھی۔۔۔ انگلینڈ میں اس فکر کے حامل بزرگوں اور علماء کے محبت و تربیت یافتہ محترم الحاج ابراہیم یوسف باوا دھونی ہیں اور کئی علماء، اہل فکر ان کے ہوا میں پاکستان میں بھی متعدد حضرات اس فکر کے حامی و موید ہیں۔

اب یہ آواز بہرہ وستان میں بھی سنائی دے رہی ہے اور اہل علم کی ایک جماعت اس خیال کی موید ہے۔ لہذا ہماری آپ سے موہبانہ گزارش ہے کہ اس مسئلہ پر فوری توجہ کی جائے اور اس کے لئے ضروری اور بنجیدہ اقدامات کئے جائیں آپ کے مفید مشورے اور احساسات و خیالات کا انتظار رہے گا، ہمیں آپ کی عظیم دینی و علمی ملی اور ملکی مصروفیات کا پورا احساس ہے۔ جتنا جلد ممکن ہو سکے اپنے جواب سے سرفراز فرمائیں تو نوازش ہوگی۔ والسلام۔ اختر امام عادل۔

موصوف محترم مستحق صاحب نے تبلیغی جماعت کے کار دعوت و تبلیغ کی جو تصویر کشی فرمائی ہے دعوت و تبلیغ کی شریعی حیثیت اور اس کے مقام و مرتبہ پر نظر تحقیق رکھنے والے حالات سے باخبر اصحاب اپنی اپنی جگہ اس کی موجودہ روش اور اس میں پیدا ہو جانے والے فساد اور بگاڑ کے انجام و عواقب کی ہولناکی و خطرناکی برابر محسوس کرتے رہتے ہیں لیکن ”فرسٹ المطر و قائم تحت المیزاب“ جیسی باہمی ضرب المثل پر عمل کرتے ہوئے عام طور پر اصحاب تحقیق دور اندیش علماء کرام کا طبیعت مرکز نظام الدین دہلی کے متوازی و دوسرے مرکز کے قیام کی بات نہیں سوچتا رہا ہے۔

”سوالنامہ بہت مفید اور ناقابل انکار شکایات پر مشتمل ہے“

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس بروہی مدظلہ  
مفتی شہر آگرہ

مولانا اختر امام عادل سلسلہ رب کا ایک مبلغ و استغفار (سوال نامہ) اختر کو جواب لکھنے کے لئے دیا گیا ہے سوال نامہ بہت مفید اور بڑی حد تک تبلیغی جماعت سے متعلق ناقابل انکار شکایات پر مشتمل ہے۔

اختر نے موصوف کا پورا اکتوبر بغور و فکر پڑھا مگر موصوف کے تجویز کردہ طریقہ اصلاح سے متفق نہ ہو سکا۔ موصوف نے اپنے سوال نامہ کی ابتداء یوں کی ہے لکھتے ہیں:

”عرصہ سے علماء کے بیچ محسوس کیا جا رہا ہے کہ موجودہ تبلیغی جماعت اپنے بانی دینی گیر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (علیہ الرحمہ) کے مسلک و مزاج اور ان کے بنائے ہوئے خطوط سے منحرف ہوتی جا رہی ہے۔“

اس کے بعد اپنے اس دعوے کی تائید میں حضرت مولانا الیاس صاحب اور حکیم الامت الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے ارشادات گرامی نقل کئے ہیں (یہ سب تفصیلات سوالنامہ ہی میں دیکھی جا سکتی ہیں)

آخر میں انھیں مصلحین کا خیال اور مشورہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”اگر یہ جماعت اپنی روش ترک نہ کرے تو علیٰ غموزہ کے طور پر حضرت مولانا محمد

ان کی محنت کے اثرات قیامت تک علی حال چلے رہیں۔

علامہ ازہری موصوف کے سوال سے بظاہر یہی سمجھا جا رہا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ کے دور میں شیخی جماعت کے مجموعی نظام عمل سے اس وقت کے حضرات علما کو کام کیے شوق اور اس کے نظام کو اعتراض و اختلاف سے ماورا سمجھتے تھے حالانکہ فی الحقیقت یہ صورت حال ہرگز نہیں تھی تاہم اسطور نے اپنے دور قلم میں ۱۳۵۰ھ تا ۱۳۶۰ھ میں متعدد بار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ کو قریب سے دیکھا اور براہ راست ان کی تقریریں سنی ہیں۔

اس وقت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ قادریؒ نے بھی حیات تھے ان کے علاوہ اور دوسرے متعدد کا کاہر علماء بھی موجود تھے اور طبقہ علماء کی انہی خاصی تعداد موجود تھی وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ کی شیخی سرگرمی اور ان کی دھن کو ان کی مغلوبیت حال کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے ان کی حیرت کو ضرور ہی نہیں قرار دیتے تھے۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کا اس نظام شیخ سے اختلاف تو بالکل ہی ظاہر رہا حضرت کے علاوہ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ جو حضرت مکتوبی علیہ الرحمہ کے جہاز و خلیفہ بھی تھے اور مدد سر مظاہر العلوم کے سرپرستوں میں سے تھے انہیں بھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ کی اس مغلوب الہالی کی کیفیت سے اختلاف تھا جس کا ذکر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ”آپ جتنی“ میں کیا ہے۔ بلکہ خود شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے بھی مولانا عاشق الہی صاحب کو اس میں یہی کہہ کر بحث سے روکا ہے کہ بیچا جان تو مغلوب الہال ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی اسی مغلوب الہالی کی وجہ سے دعوت و تبلیغ میں اس وقت بھی تاوانہ طور پر ہی سہی لوگوں کی بے احتیاطی سے حدود و سرغ نظر اعدائے ہو جاتے تھے جس

مناسب ہو گا کہ مختصر مستقنی صاحب اور ان جیسے دوسرے مصلحین جو تبلیغی جماعت میں پیدا ہو جانے والے خلفاء اور بگڑاؤ کی اصلاح و سماج کے لئے کمر بستہ کس رہے ہیں وہ تاریخ دعوت ایمان و اسلام کے عروج و زوال پر ایک سرسری طائرانہ نظری ڈالیں تو انہیں دوران مطالعہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی ضرور ہنسی کرتا ہوا نظر آ جائے گا ”خیر العسرون قرنی ثم الذین یلوئہم ثم الذین یلوئہم“ (کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ ہوں گے جو ان کے بعد آئیں گے پھر وہ لوگ ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے)

اسی طرح حضور پر فوہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے بعد قائم ہونے والی خلافت راشدہ کی مدت صرف تیس سال ہی بیان فرمائی۔ اور یہ مجموعی مدت اگرچہ تیس سال بتائی گئی ہے لیکن یہ پوری مدت بھی یکساں نہیں رہی ہے اس مدت میں بھی خلافت شیخین (حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا دور سب سے بہتر رہا پھر خلیفہ سہمید رضی اللہ عنہم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ رہا اور اس کے بعد حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا زمانہ خلافت رہا جو پورا زمانہ فائدہ جگہوں ہی کی نذر ہو گیا اور مملکت اسلامیہ کے حدود و مبالغہ بندیوں ہی میں محدود رہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ازالۃ الغلط میں اس موضوع پر بحث کا حق ادا کر دیا ہے

تاریخ اسلام سے متعلق ان بنیادی اشاروں کو نظر میں رکھنے تو پھر آپ کو اپنے اس سوال میں الجھنا ہی کیا نظر آئے گا کہ جماعت تبلیغ ابانی دینی کبیر کے مسلک و مزاج اور اصول و طریق سے کیوں منحرف ہو گئی ہے۔

اوپر کی مندرجہ تفصیل سے جب یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ حضور اقدس ﷺ کے عہد سعادت کا خیر بھی حضرت کے وجود باوجود کے بعد ہی سے بتدریج کم ہوتا گیا ہے تو پھر آپ کی کو یہ خوش فہمی ہی کیوں ہو کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور کی برکت اور



بسم اللہ الرحمن الرحیم

”ایسا شخص لقمہ زندے جو جماعت میں شریک نہ ہو“

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم  
عالم برودہ اعلیٰ پاکستان سکسٹر صدر مسلم پریس لاہورکلکتہ  
۲۴ نومبر ۱۴۳۲ھ

کرمی ازرا اظہر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج خیر ہوں گے۔ آپ کا مکتوب (جس پر تاریخ درخشاں نہیں) موصول ہوا۔ بہتر ہوتا آپ مرکز کے ذمہ داروں کو اپنے احساسات و تاثرات سے مطلع کرتے اور انھیں توجہ دلاتے۔ ہم ذاتی طور پر اس مبارک کام میں شریک نہیں ہیں۔ یہ ہماری کوتاہی ہے۔ ہمارا ان حضرات کو کوئی مشورہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بقول حضرت رحمۃ اللہ علیہ امام اکرامؒ کا یہ شخص لقمہ زندے جو جماعت میں شریک نہ ہو۔

والسلام

مخلص

محمد رابع حسنی ندوی

پر پکڑ اس وقت بھی برابر ہوتی رہی ہے بلکہ اس وقت کے پکیر کرنے والے علماء آج کل کے مفسرین سے بدرجہا فائق اور مخلص و متدین تھے۔

ایسی صورت میں کہ دور حاضر خیر القرون سے روز بروز دور ہوتا جا رہا ہے اس کی کیا ضمانت ہو سکتی ہے کہ مجوزہ نیا اصولی مرکز تبلیغ آئندہ اسی قسم کی بے اصولیوں اور بے اعتدالیوں سے برابر محفوظ رہے گا؟

جو حضرات افلاک و دیانت کے ساتھ موجودہ نظام تبلیغ میں کچھ باتیں قابل اصلاح سمجھتے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ اتنی ہی ذمہ داری تسلیم کی جاسکتی ہے کہ وہ حدود میں رہتے ہوئے قابل اصلاح باتوں کی اصلاح کی فکر کریں اور بس!

مرکز نظام الدین کے تونزلی کسی دوسرے مرکز کا قیام کی طرح صحیح سمجھ میں نہیں آ رہا ہے اس لئے اس کی تائید نہیں کی جاسکتی۔

قابل غور بات یہ ہے کہ علماء اہل تحقیق جو علم دین کی خدمت میں مصروف ہیں فقہ و افتاء پر اچھی نظر رکھتے ہیں وہ علی الاصول اس کا تبلیغ کو وہ وجہ نہیں دیتے جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ اپنی مطلوب اٹالی کی وجہ سے دیتے رہے اور ان کے جانشین ان کے اتباع و تقلید میں دے رہے ہیں۔

اس لئے ایسے کسی نئے مرکز تبلیغ کی ادارت کے لئے کوئی مناسب و موزوں شخصیت شاید ہی تیار ہوگی اور ناموزوں شخص کی قیادت و ادارت کی صورت میں مستحق صاحب کی بیان کردہ مشکل کا حل یہ حال نہ نکل سکے گا۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا خطرہ و اندیشہ یہ بھی ہے کہ اگر دوسرا نیا مرکز تبلیغ قائم کیا جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں غامض مسلمانوں میں تبلیغ کا کام بڑھے یا نہ بڑھے لیکن دونوں مرکزوں میں باہم تنقید و اعتراض اور مناظرہ و جدال و بحث و مباحثہ کا غلط کام ضرور پڑ جائے گا دونوں ہی مراکز

نمبر بجائے

## ”بدعت کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں“

حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی  
مدظلہ دین مدنیہ سرسبز اسلام آباد، پورہ، محکمہ کرم

دور رسامی ملانڈ

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تیلنی جماعت کے بارے میں تمہارا مطبوعہ خط ملا۔ مجھے اس خط کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مفید جماعت جاہلوں کے ہاتھ میں پڑ کر کچھ سے کچھ ہو گئی ہے علماء سے یہ جماعت تقریباً گٹ گئی ہے۔ اور علم اور علماء اور علماء اس کی بے وقعتی جیسے اس کے پروگرام میں شامل ہو گئی ہے۔

پھر یہ کہ تیلنی جماعت کا یہ خاص مروجہ طریقہ ایک امر محدث سے جس کی سند حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ سے اور پوچھنے پر حقیقی۔ پس یہ محدثات کے دائرے میں آگئی ہے۔ اگر یہ صرف کام کا ایک طریقہ ہوتا اس طریقہ میں تصدویت کی شان نہ ہوتی۔ جس کا حق چاہے شریک ہو۔ جس کا جی چاہے نہ شریک ہو کوئی زور نہ ہوتا کہ کسی دعوت عامہ یا سرکار عام نہ ہوتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ مگر اب تو جماعت کا یہی مخصوص طریقہ تصدویت بن گیا ہے۔ ہر جگہ ایسی کوریج کیا جاتا ہے۔ اس کی اصول کا نام دیا جاتا ہے۔ اور ہر شخص سے اس کا مطالبہ ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کی ترتیب میں اسے داخل کرے۔ اور جو اس سے کنارہ کش ہے۔ وہ مورد ملامت ٹھہرتا ہے۔ تو کیا شبہ کہ یہ دعوت کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں۔

۱۴ محرم ۱۴۳۵ھ

## ”ان میں کوئی بات منکرات کے قبیل کی نہیں ہے“

حضرت مولانا محمد بان الدین قاسمی سنبھلی مدظلہ  
استاذ مدینہ و مدرسہ حق شناسہ رندھا، مطبوعہ دارالعلوم۔ گنہر

فاضل کرم و محترم جناب مولانا اختر امام عادل صاحب زیرہ فضلہ و کرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مراجع شریف! مطبوعہ مکتوب موصول ہوا جس میں جماعت تبلیغ سے متعلق کچھ استفسارات کئے گئے اور اس میں درآئے والی کچھ باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ وقت جو مسلمانوں۔ بالخصوص ہندو مسلمانوں کیلئے ہے

ہذا نزدیک مہر آزار اور پرقتن جہاں ایسے مسئلہ کو کیوں پھیرا گیا جبکہ اس سے بہت زیادہ خلوت و سکوت اور خطرات مسلمانوں کو درپیش ہیں۔ جو باتیں جماعت کے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔ اگر بالعرض وہ سب صحیح بھی ہوں تب بھی ”منکرات“ کے قبیل کی نہیں ہیں۔ درآں حالانکہ بہت سی شخصیات اور ادارے جن سے بہت سے علماء وابستہ ہیں گھلے مکررات تک کے۔ بغض اوقات حرکت ہو جاتے ہیں مگر بایں جہان کے بارے میں وہ فکر مند کی غائر نہیں کی گئی۔ تیلنی جماعت کے اندر چند افراد کا۔ بجائے کسی ایک امیر کے۔ کارکنان اور ہوا کوئی مکر شریعی نہیں (کسی ملک کے امیر یا خلافت کے ذمہ دار کا مسئلہ تو ہے نہیں جس میں تو حد تا گزیر ہو) اب تو قصہ دارالعلوم دیوبند کے سامنے آنے کے بعد

یقیناً صفحہ ۶۹ ہے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ”علماء کرام اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں“

حضرت مولانا مفتی نعیم الرحمن بدایونی مدظلہ

مفتی اعظم پنجاب

کوئی و محترمی مولانا اختر امام عادل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا دالنامہ موصول ہوا۔ آپ نے تبلیغی جماعت کے بارے میں جن احسانات کا اظہار کیا ہے۔ وہ غلط فہمیاں ہیں۔ یہ تمام باتیں تقریباً سبھی کے علم میں ہیں اور مطالعے کرنا مسلمان کو دیکھ کر اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ میں نے اپنے طور پر دینی بندے کے اپنے اکابر سے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی۔ اور وہ بھی ان باتوں پر متفق نظر آئے۔

شاید آپ کے علم میں ہو کہ ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب کی تحریک پر حکم الامام مولانا قادی محمد طیب صاحبؒ نے مسجد جمعہ کو مرکز بنا کر صحیح بنیادوں پر تبلیغی کام کا ارادہ فرمایا تھا بلکہ حضرت تافوقی کا وہ کمرہ مسجد جمعہ میں ہے اسی غرض کے لئے خالی کر لیا گیا تھا پھر نہ معلوم کس وجہ سے یہ کام شروع نہ ہو سکا۔

آپ نے جو صورت تحریر فرمائی ہے اس کو مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہوگا کہ ملک کے بااثر اور مستجرب علماء کرام مجموعی طور پر اس میں شرکت فرمائیں باقاعدہ کاہنہ شروع کرنے سے پہلے اعلیٰ علم کا پورا

## ”مذکورہ حقائق ناقابل انکار ہیں“

حضرت مولانا محمد سالم صاحب القادسی دامت برکاتہم  
مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند و نائبین حضرت مولانا محمد امجد علی

محترم و مکرم مولانا اختر امام عادل صاحب زیدت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مبلوعد عنایت نامہ موصول ہوا۔ مذکورہ حقائق ناقابل انکار ہیں۔ اصلاح اگرچہ بادی النظر میں دشوار نظر آتی ہے۔ مگر آپ جیسے ارباب اخلاص جو تبلیغی الٹی اگر اٹھ کھڑے ہوں گے تو اصلاح ناممکن نہیں ہے۔ حضرت حکیم الامت الاسلام نور اللہ مرقدہ نے آج سے چالیس سال قبل حضرت بانی علیہ الرحمہ کے طرز و مذاق سے انحراف کے آثار کے وقت ارباب بست و کشاد کو مطلع کیا تھا کہ انہی اس پر اگر تفرغ حاصل نہ کی تو یہ تحریک پستی امتی کے لئے موجب تفریق بن جائیگی۔ لیکن وہاں کا یہ معتاد اصول ”سنو سب کی اور جواب دے بغیر کروا پیے سن کی“ یہ اصلاحی صمدی صحرانیت ہو رہی ہے خدا کرے کہ آنحضرتؐ کا طلوع مژدہ اور حق تعالیٰ ملت اسلامیہ کو خطرات اک اور تفریق تفریق سے محفوظ فرمادے۔

اقدام کوئی حساس شخص ہی کیا کرتا ہے اور نقصان اقدام بذات خود ہوتا

جذاب ہوتا ہے کہ اللہ کی توفیق سے اہل بدعت ساتھ آتے رہتے ہیں اور کادواں بننا چاہا جاتا ہے۔ اس طرز فطرت سے بہت کرا کر اقدام سے قبل قافلہ ساز کی کی کوشش کی جاتی ہے تو عموماً اس کی کامیابی محکم بن جاتی ہے۔ آپ جیسے عالم فہیم و تفصیلات لکھنا سوائے ادب معلوم ہوتا ہے اس لئے انہی طالب علمانہ طور پر انتظام مناسب معلوم ہوتا ہے۔

والسلام

احقر محمد سالم قادسی

مولانا الیاسؒ نے فرمائی تھی۔ ”صرف میری باتوں پر عمل کرنا بد دینی ہے شریعت پر عمل کرو“ قرآن جائیں عاشق رسول ﷺ کے اس قول پر جو شریعت کو نیز ان بنائے رکھے مگر عوامی تحریک ہو جانے پر کوئی اپنے عمل کو اس میزان پر تولنے کے لئے آمادہ نہیں۔ آپ نے جس کام کی طرف توجہ دلائی ہے وہ ضروری ہے مگر تازک۔ اس میں تقصبات کا سامنا کرنا پڑے گا آپ اکابر علماء سے رجوع کریں اللہ کرے انھیں کے ساتھ اس سمت پیش قدمی ہو۔

والسلام۔

سعود عالم قاسمی

سلسلہ صفحہ ۶۲ کا

جماعت (مکمل شعور کی) کو ہی صفت حاکم تسلیم کرنے پر پڑھی دلائل دئے گئے اور دئے جارہے ہیں اور یہی بات تسلیم کرنا جاری ہے اور بہت سے علماء نے خواہ وہ ایک طبقہ ہی کے بھی مان بھی لی ہے۔ چنانچہ ”مہتمم کی صحت اسیر کی نہیں بلکہ ”صحت حاکم“ کے ایک کارمند یا درست دباؤ کی ہو گئی ہے۔ تو پھر جماعت تبلیغ میں بجائے ایک فرد کے چند افراد کے ذمہ دار ہونے پر کیوں ناشکاں ہو۔

بہر حال میرے نزدیک یہ وقت بالکل اس کام کیلئے سوزوں نہیں کہ ایک ایسے مسئلہ کو جسے مسئلہ بڑی مشکل ہو زیر بحث لاکر مشتاکر کر عمل کا ذریعہ بنایا جائے۔ والسلام۔

محمد برہان الدین

سلسلہ صفحہ ۶۲ کا

اجتماع اس بات کا فیصلہ کرے اور اس کے صدور غالب واضح طور پر متعین کرے بھی اس کام میں کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔ میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔ آپ کی صلاحیتیں ماشاء اللہ آپ کے مضامین وغیرہ سے سامنے آتی رہتی ہیں۔ آپ ماشاء اللہ فوجوان ہیں آپ میں حوصلہ اور ہمت ہے اور یہی عمر واصل کی کام کے انجام دہی کی ہوتی ہے۔ آپ سے دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

والسلام

(منشی) فیصل الرحمن بلال عثمانی

دہلی گیٹ مالیر کولڈ پنجاب

تاریخ ۲۹/۱۲/۲۰۰۱ء

علی گڑھ  
۱۰ مارچ ۲۰۰۱ء

”اصلاح ناگزیر ہے“

جناب مولانا ڈاکٹر سعود عالم قاسمی مدظلہ

صدر شعبہ بیانات مسلم تنظیمی

علی گڑھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا اختر امام دہل صاحب

اللہ کرے حراج کرامی بخیریت ہو۔ آپ کا مکتوب موصول ہوا۔ آپ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں صداقت پائی جاتی ہے۔ نئی نظام الدین میں مولانا رحمت اللہ صاحب رہتے تھے انہوں نے جنوبی ہند میں تبلیغ کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں آخر عمر میں تقریباً اپنی خیالات ان کے حقے بلکہ حضرت قادیلیب صاحب کو انہوں نے ہی ان امور کی طرف متوجہ کیا تھا۔ ان کے صاحب زادے حضرت مولانا عبید اللہ طارق صاحب۔ اس وقت ان کے جانشین ہیں اور آپ کو ان سے رجوع کرنا چاہیے۔ اسی نئی میں جناب یحییٰ نظامی صاحب بھی ہیں جنہوں نے ۱۸ سال تک تبلیغی سرگرمیاں انجام دی ہیں اور تقریباً اپنی خیالات کا اظہار کیا۔

پچھلے دنوں مولانا اختلاف حسین قاسمی صاحب اور مولانا عبید اللہ رحمتی مدظلہ صاحب نے تبلیغی نصاب کے الترتیب پڑھے جانے اور علماء سے تبلیغی حضرات کی بے اعتنائی پر قلم اٹھایا تھا۔ حضرت مولانا الیاسؒ کی تحریک نے جو رخ اٹھایا کر لیا ہے وہ اس کے عوامی ہونے کی بنا پر ناگزیر ہے مگر وہ تبلیغ کے ذمہ دار حضرات ان علماء کو ذمہ نہیں دیں گے جو اس کام میں وقت نہیں لگاتے اور جو وقت لگاتے ہیں وہ ان سب پر توجہ نہیں دیتے۔ مسلک دیوبند قرآن و سنت کا ترجمان تھا آخر قرآن و سنت کی جگہ ہمارے اقوال و افعال یا ہمارے بدوں کے اقوال و افعال لے لیں تو اصلاح کی کوشش کرنا ناگزیر ہے یہی بات

## ”خواص کے ذریعہ ان کمزوریوں کو دور کیا جائے“

حضرت مولانا سعید الرحمن علی مدظلہ  
مہتمم برادہ اہل اہل انکسور و برالیت الہامی بکسر

فاضل کراچی منزلت حضرت مولانا اختر امام عادل صاحب دامت برکاتہم

مزاج کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفصل مراسلہ سلسلہ اصلاح و دعوت و تبلیغ موصول ہو کر باعث تشکر ہوا اس خوشخبر پر کچھ

رائے دینے سے پہلے مناسب ہو گا کہ یہ جملہ گزارشات تبلیغ کے ذمہ دار حضرات کی خدمت میں پیش کیا جائیں وہ بھی اگر اس سے اتفاق کرتے ہوں تو بہتر ہے کہ مشورے سے ایسے امور سے اجتناب کیا جائے جو دعاوی الی البدعہ ہیں یا جن کا حضرات سلف صالحین کے عمل و کردار میں کوئی وجہ نہیں تھا۔ اور دعوت کے اس کام کو انھیں خطوط پر واپس لایا جائے جو مرسوس جماعت (رحمۃ اللہ) کے پیش نظر تھے۔ اس وقت جماعت کے ذریعہ عام میں ایک دینی فضا پیدا کرنے اور دین سے تعلق جوڑنے کا کام جاری ہے۔ اس کو جاری رہنے دیا جائے اور خواص کے ذریعہ ان کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے جن کی طرف جناب نے اشارہ کیا ہے۔ تاکہ جماعت کا شیرازہ مختصر رہے ہوئے کمزوریوں کی اصلاح ہو جائے۔ اور دین خالص کی دعوت حکمت و موعظت کے ساتھ لوگوں کو دی جائے۔ بہت سی جہات سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اس جماعت کو ذخار بنا کر اس کے لوگوں کو متفرق کر دیا جائے۔ یہ بات آپ جیسے علمائے حق سے مخفی نہیں ہے۔ اس لئے اندرون خانہ کی بات کو حیران کرنا مخالفین جماعت کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔ خدا کرے کہ مزاج کراچی بخیر ہوئے۔ دعاؤں کا قیام جنہوں۔

والسلام

محمد امجد علی ۲۰۰۱ء

محکم  
سعید الرحمن علی مدظلہ

## ”احرار کا ہر ممبر اس کی تائید کرتا ہے“

مولانا محمد امجد علی جو پٹواری (مرحوم)  
جزال کمرہ پری پری کلسی حیدر آباد لدھیانہ

حضرت مولانا محترم

امید کہ مزاج کراچی بخیر ہو گا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ قانون موصول ہوا پڑھا کہ بہت سرت ہوئی بندہ اس کی اور احرار کا ہر ممبر تائید کرتا ہے سات اپریل کو لدھیانہ میں کربلا کا نفرین میں اس کا میں نے اعلان بھی کیا اور اعلان کے بعد لوگوں میں اس وقت بڑا جوش رہا وہیں پر مخالفین نے مجھے فون پر مغلطات سے بھی فوٹا زانیہ وہی حضرات ہیں جو تبلیغ سے لگے ہوئے ہیں علامہ مصطفیٰ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور سرمایہ داروں کے چنگل میں بری طرح سے پھنسے ہوئے ہیں اب تک کا تجربہ یہ ہے کہ اگر وہ علامہ جو مسجد کی امامت اور مدرسہ کی نظامت سے وابستہ ہیں چند سے کی وجہ سے تاثر لگنے میں آتا کافی کرتے ہیں۔ اور بقیہ خدا کا شکر ہے جملہ اصحاب تبلیغ کی خدمت میں السلام علیکم عرض ہے۔

والسلام

محمد امجد علی

۲۰۰۱/۵/۱۵



کہ اصولی طور پر کسی امر مطلق کو اپنی مرضی سے متغیر نہیں کیا جاسکتا حضرت امام ابوحنیفہؒ تو اس کو تشریح کا ہم حق قرار دیتے ہیں جو بدعت کا بدترین درجہ ہے خانقاہیں مدارس دینی تنظیمیں دینی تحریکات دینی کتابیں دینی تقاریر دینی شخصیات یہ سب ہی دینی دعوت کے مختلف حصے ہیں کسی ایک حصہ کے ساتھ دینی دعوت کے کام کو مقید اور منحصر کر دینے کی اجازت امت کے کسی فرد کو حاصل نہیں۔

علاوہ ازیں مجموعی طور پر اس جماعت سے وابستگی کے بعد علماء اور مشائخ اور دین کے دیگر شعبوں کے بارے میں انسان کے اندر جو ذہن بناتا ہے وہ وہی خود کفلی یا زیادہ صاف لفظوں میں امر مطلق کی تہید کا ذہن ہے جس بنیاد پر ہم نے ہر دور میں اہل بدعت کی مخالفت کی ہے اور علماء و بندگان جو طرہ امتیاز رہا ہے اگر جماعت کی اوپنی سطح ہے اس ذہن پر روک لگانے کی کوشش نہیں کی گئی تو نہ صرف یہ کہ علمائے دیوبند کے مجموعی مزاج اور طریقے کے خلاف ہو گا اور ان کی صد سالہ خدمات کے متصادم ہو گا بلکہ دینی اور شرعی لحاظ سے یہ خود جماعت تبلیغ کے لئے بھی نقصان دہ ہو گا۔ اور اس کی حیثیت امت کے مجموعے سے کٹ کر رہ جائے گی۔ میری کنزوری یہ ہے کہ میں بات مکمل کر کہنے کا عادی ہوں۔ چونکہ خود بھی اپنے کو اس جماعت کا ایک فرد سمجھتا ہوں اس لئے اس کی بے راہ روی اور بے اعتمادی پر سخت دکھ ہوتا ہے۔

آپ نے مدارس کی مثال دی کہ برسوں محنت کے بعد بھی عالیت کی نہیں محض استعداد علم کی سند دی جاتی ہے۔ اور سند دیتے وقت علماء اس پر متنبہ فرما دیتے ہیں پھر یہ جہلا ذاتی جلدی کیسے سب کچھ سمجھ لیں گے۔۔۔ بالکل صحیح ہے۔ لیکن میرا کہنا ہے کہ جس طرح مدارس کے اکابر اپنے فضلاء کو برسوں تک پڑھانے کے باوجود ان کی جہالت والے حصے کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور کہہ دوں گے کہ اسے سرکاری ہونے کے احساس سے ان کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جماعت کے اکابر بھی عام طور پر اپنے لوگوں میں یہ ذہن بنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے اور اگر کوشش

باسمہ تعالیٰ

## بھولا ہوا سبق یا دہلانے کی ضرورت

الاجماع برہم یوسف باہا صاحب تبلیغی (برطانیہ)

مخدوم و محترم حضرت مولانا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مراجہ کراہی!

مکتوب گرامی موصول ہوا۔ آپ نے نہایت مثبت اور تعمیری انداز میں جن نکات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ اپنی جگہ قابل قدر ہیں۔ اور مجموعی طور پر مجھے ان کی روح اور لب لباب سے اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس سے ہے کہ میری تحریرات کے مقاصد کی بہتری کا اعتراف کرنے کے باوجود اس کی روح اور صحیح مقصدیت پر توجہ نہیں دی گئی۔

یہ صحیح ہے کہ دینی خدمت کا یہ باب اور خاص کراس کا طریق مخصوص نہیں ہے اور مختلف زمانوں میں مختلف احوال و ظروف کے لحاظ سے اس کے طرق میں اختلاف رہا ہے۔ اور حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے اپنے زمانے میں جس طریق تبلیغ کی بنیاد ڈالی وہ بھی اسی مطلق دعوت و تبلیغ کا ایک حصہ ہے (اللہ ان کو جزائے خیر دے) اس حد تک مجھے کوئی اختلاف نہیں اور کسی بھی صاحب ایمان اور صاحب علم و فہم کو اس سے اختلاف نہیں کرنا چاہئے۔ مگر اس سے آگے جو غلو پیدا ہوا ہے میں اس کی اصطلاح چاہتا ہوں۔ اس طریق دعوت کو دعوت کے مختلف طرق اور تبلیغ کے حکم مطلق کا ایک فرد سمجھنے کے بجائے دینی دعوت کے کام کو اسی میں منحصر کر دیا گیا۔ اور ظاہر ہے

ہے۔ اور میرے مشن کا حاصل یہی ہے۔

عورتوں کی تبلیغی جماعت کا مسئلہ لے لیجئے، مجموعی طور پر اس کے منافع سے مفاسد زیادہ ہیں۔ اور علماء نے اس کی طرف توجہ بھی دلائی ہے۔ لیکن یہ لوگ اپنی روش پر بدستور قائم ہیں اور اس سلسلے میں کسی اصلاح کو قبول کرنے پر تیار نہیں۔ تحفظات مجھے نہیں جماعت کے غلو پر نہ حضرات کو ہے۔ وہ میری باتوں کو تنقید کے خانے میں ڈال دیتے ہیں۔ اصلاح کے خانے میں نہیں ڈالتے یک طرفہ ذہن سے جب کسی کی بات کو کوئی سے گاتوبات اس کو کیسے سمجھ میں آئے گی؟ نگاہ میں کسی رنگ کا شیشہ چڑھایا جائے تو حقائق بھی حقائق نظر نہ آئیں گے۔ ہر رنگ اسے ایک ہی رنگ نظر آئے گا۔

بالخصوص بانی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایات و شرائط کے خلاف جب اس جماعت کا قدم اٹھتا ہے تو یہ کس طرح ممکن کہا جا سکتا ہے اور ان کو جب بھولا ہوا ہستی یاد دلایا جائے تو اس کو دشمنی قرار دی جاتی ہے۔

میرا انداز سخت ضرور ہے مگر افلاس پر مبنی ہے۔ مقابلہ و مجاہدہ ہرگز مقصود نہیں ہے۔ اور نہ معاذ اللہ اس سے اپنی خود نمائی یا جماعت کے رائے میں رکاوٹ ڈالنا مقصود ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں بھی اپنے تحفظات جماعت والوں کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ جب یہ چیز آپ کے لئے قابل مذمت و ملامت نہیں ہے تو میرے لئے یہ قابل ملامت کیوں ہے؟ ہاں میری کوئی چیز کتاب و سنت، فقہ اسلامی یا آثار صالحین کے خلاف ہو تو اس کی طرف مجھے توجہ دلائی جائے۔ میں اس کو بالکل برائہ مانوں گا۔ لیکن جماعت کے منافع اور شرارت دکھلا کر مفاسد اور بے اصولیوں سے چشم پوشی کرنے کی مجھے ہدایت کی جائے اور اس کے لئے ہر جائز و ناجائز حربے استعمال کئے جائیں تو میں اس سے مطمئن کیسے ہو جاؤں گا۔

میرے ساتھ علماء اور بزرگوں کا ایک بڑا طبقہ ہے جن کے اخلاص و ولایت میں کوئی شبہ نہ ہے۔

کرتے ہیں تو ذہن اس کے خلاف کیوں بن رہا ہے؟ کیا جماعت کی ہر چیز یہ سیکھ سکتے ہیں۔ اور یہی بنیادی چیز نہیں سیکھ پاتے؟ اس کا مطلب ہے کہ اس پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے خود جماعت کے علماء کو بیانات میں توجہ دلاتے ہوئے بتائے مگر ایسے علماء کی تعداد بہت کم ہے۔ اور نہ علماء کی ان باتوں کو برداشت کرنے کی ان میں قوت زیادہ ہے۔

آپ کے پاس ایک یا چند نظائر اس نوع کے ہیں تو میرے پاس اس سے کہیں زیادہ نظائر اس سے مختلف ہیں اعتبار مجموعی مقدار کا ہوتا ہے۔ جسے آپ نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ اور مجموعی طور پر جو ذہن پیدا ہو رہا ہے وہ انکسار ہے بہت دنوں تک اس پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا ہے۔

آپ نے قرآن سے غروب میر کے منافع و معجزات پر اصولی روشنی ڈالی ہے۔ مجھے بھی یہ تسلیم ہے کہ یہ جماعت مجموعی طور پر خیر کے لحاظ سے غالب ہے اس لئے یہ جماعت جاری و توفی چاہیے اور اس کی ہر ممکن نصرت ہونی چاہیے۔ لیکن جو مفاسد اس میں گھس آئے ہیں ان کی اصلاح منافع کی توسیع و اشاعت سے مقدم ہے۔ مفاسد کو محض اس لئے تو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی مقدار کم ہے۔ بہت ایسا ہوتا ہے کہ کم زیادہ پر غالب ہو جاتا ہے۔ خصوصاً حرج و ملحت جواز و عدم جواز وغیرہ معاملات میں فقہاء نے اس اصول پر سختی سے عمل کیا ہے۔ مفاسد کو نظر انداز کر کے محض منافع پر توجہ مرکوز رکھنا ایسا ہی ہے جیسے مردہ چوہا کو اس میں موجودہ اس کو نہ نکالا جائے اور اپنی سارا نکال دیا جائے۔ کیا کو اس طرح پاک ہو جائے گا؟ فاسد عناصر کو تو نکالنا ہی ہو گا اس کے بغیر تطہیر کا عمل ممکن ہی نہیں اسی لئے قرآن نے جہاں امر بالمعروف کا حکم دیا ہے وہیں نہی عن المنکر کی بھی تلقین کی ہے۔ اور اگر کھڑے ایمان والا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی روح پر غور کیا جائے تو مہم ثابت سے مقدم معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے مفاسد کا اخراج ہر حال مقدم

### تبلیغی جماعت اور دین کی عظیم خدمت

الحمد للہ ان باتوں کو بیان کرنے کا فاضلہ اصلاً حق ہے تبلیغی جماعت تمام ایک ایسی جماعت ہے جس کے کام سے الحمد للہ دل بیکشہ خوش ہوتا ہے اور اس جماعت نے ایسی بڑی عظیم خدمت انجام دی ہے جو کسی اور جماعت نے انجام نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے ذریعہ دین کا کلہر کہاں سے کہاں پہنچایا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قس مرہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔ ان کے افلاس اور ان کے بچے جذبہ نے اس جماعت کو اب تک باقی رکھا ہوا ہے اور اس جماعت کے پیغام اور دعوت کو اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف عالم میں پھیلا دیا ہے۔

### تقوان اور تنبیہ دونوں کی ضرورت ہے:

لیکن ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی بھی جماعت کا پھیل جانا اور اس کے پیغام کا دور دورہ رکنا پہنچ جانا اگر صحیح طریقے سے ہو تو یہ بال غیر قصد ہے اور اس صورت میں اس جماعت کے ساتھ تقوان کرنا چاہئے۔ لیکن اگر اس جماعت میں خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں یا اس کے اندر غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے تو جو تقوان کے ساتھ ساتھ اس کی غلطی پر اس کو تنبیہ کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ یہ بہترین جماعت جس سے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کام لیا کہ جس غلط راستے پر نہ پڑ جائے۔ بالخصوص ایسے وقت میں تنبیہ کرنا اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے جبکہ اس کی قیادت بختہ اعلیٰ علم کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس جماعت میں زیادہ غصہ و غرام کا ہے جو پورا علم نہیں رکھتے اور اس جماعت کے اندر جو غلط خیال ہیں ان علماء کا مشغلہ علم نہیں ہے۔ اس لئے کہ علماء کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض علماء وہ ہوتے ہیں جن کا مشغلہ درس و تدریس اور فتویٰ فونکس ہوتا ہے۔ اس قسم کے علماء کو علم سے ماسیت رہتی ہے۔ اور دوسرے علماء وہ ہیں جن کا مشغلہ درس و تدریس اور فتویٰ وغیرہ نہیں رہتا ان حضرات علماء کے پاس الحمد للہ علم تو ہے لیکن اس علم کو عقل نہیں کیا گیا اس لئے ایسے علماء کے دلوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

### ”بنا اعتماد لیوں کا سد باب ضروری ہے“

حضرت مولانا مبینہ محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ  
(پاکستان)

تبلیغی جماعت کے مختلف حضرات کی طرف سے لوگ ہرے پاس آکر بہت بے تحاشی کر رہے رہتے تھے کہ تبلیغی جماعت کے فلاں صاحب نے تقریر میں یہ کہا اور یہ کہا اس قسم کی باتیں لوگ ہرے پاس آکر نقل کرتے تھے لیکن چونکہ نقل کے اندر غلط فہمی کا امکان رہتا ہے جب تک خود براہ راست نہ سن لیا جائے۔ اس لئے ان باتوں کو میں نے کبھی جماعت یا جماعت کے بزرگوں کی طرف منسوب نہیں کیا لیکن جماعت کے بزرگوں سے جب کبھی ملاقات کا موقع ملا ان باتوں کی طرف تنبیہ ضرور کیا کہ یہ باتیں سننے میں آتی رہتی ہیں آپ حضرات تحقیق کریں۔ اگر یہ باتیں صحیح ثابت ہوں تو ان کا سد باب کریں۔ لیکن اب جماعت کے ایک سرکردہ اور بڑے بزرگ جن کا میں بہت احترام کرتا ہوں ان کا ایک خط پڑھنے کا اتفاق ہوا جو انہوں نے ایک صاحب کے نام لکھا تھا جن کے نام وہ خط قارئینوں نے وہ خط مجھے بھیج دیا۔ اس میں بہت سی باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ ایسی یہ بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے لیکن رشتہ رشتہ علماء کی سمجھ میں بھی آجائے گی۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جو باتیں تبلیغی جماعت کے حضرات کی طرف منسوب کر کے نقل کی گئی ہیں وہ اتنی بے بنیاد نہیں ہیں بلکہ یہ گھڑ رشتہ پیدا ہو رہی ہے۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اس پر خاموش رہا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں پھر ہم نے جماعت کے ان حضرات سے زبانی گزارش بھی کی جن سے رابطے ہیں اور بڑوں تک یہ بات پہنچانے کا انتظام کیا کہ یہ بات جو پیدا ہو رہی ہے یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ یہ خط ہرے پاس موجود ہے اگر کوئی پڑھنا چاہے تو پڑھ لے۔

### مجھے اس وقت دو فکر ہیں اور دو اندیشے لاحق ہیں

بلکہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے اس وقت دو فکر ہیں اور دو اندیشے لاحق ہیں اور انہی کی وجہ سے میں پریشان ہوں اور اسی وجہ سے رو رہا ہوں۔ حضرت والد صاحب نے پوچھا کہ کوئی فکریں لاحق ہیں؟ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ جماعت کا کام روز بروز عمل میں رہا ہے۔ اب مجھے ڈر یہ لگتا ہے کہ جماعت کی کھوکھالی میں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج ہو؟ استدراج اسے کہتے ہیں کہ کسی باطل آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دے دی جاتی ہے اور اس کو ظاہری کامیابیاں حاصل ہو جاتی ہیں اور حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کی رخصتا مندی کا کاغذ نہیں ہوتا۔ اس سے اعزاز وہ لگائے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ کس مقام کے بزرگ تھے کہ ان کو یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ یہ کہیں استدراج تو نہیں ہے۔

### یہ استدراج نہیں:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً عرض کیا کہ حضرت آپ کو میں طبعاً ان دلائل سے کہیں کہ یہ استدراج نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں؟ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی کے ساتھ استدراج کا معاملہ ہوتا ہے تو اس شخص کے دل دماغ پر یہ واضح بھی نہیں گزرتا کہ یہ استدراج ہے اور اس کو استدراج کا خبر بھی نہیں ہوتا۔ اور آپ کو چونکہ استدراج کا خبر ہو رہا ہے تو خبر خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں ہے اگر یہ استدراج ہوتا تو کبھی آپ کے دل میں اس کا خیال بھی پیدا نہ ہوتا۔ اس لئے میں آپ کو اس بات کا طبعاً یقین دلانا ہوں کہ یہ استدراج تو نہیں ہے بلکہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور نصرت ہے۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر حضرت مولانا کے چہرے پر ہنسنٹ آگئی کہ الحمد للہ تمہاری اس بات سے مجھے بڑا مطمئن ہوا۔

### حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

میں آپ کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے۔ میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں دیوبند سے دہلی کی کام سے شریف لے گئے۔ دہلی میں آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہیں۔ چنانچہ آپ ان کی عیادت کے لئے حضرت نظام الدین تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مہلکین نے ملاقات کرنے سے منع کیا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت والد صاحب نے وہاں پر موجود لوگوں سے عرض کر دیا کہ میں تو عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ حالات معلوم ہو گئے اور مہلکین نے چونکہ ملاقات سے منع کیا ہوا ہے اس لئے ملاقات کا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس جب حضرت کی طبیعت ٹھیک ہو تو حضرت کو بتادیں گی کہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا تھا اور میرا سلام عرض کر دیں۔ یہ کہہ کر حضرت والد صاحب رخصت ہو گئے۔

کسی نے اندر جا کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتا دیا کہ حضرت مفتی صاحب آئے تھے۔ حضرت مولانا نے فوراً ایک آدمی بھیجے دوڑایا کہ مفتی صاحب کو بلا کر لائیں۔ جب وہ شخص حضرت مفتی صاحب کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ حضرت مولانا آپ کو بلا رہے ہیں تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ مہلکین نے ملاقات سے منع کیا ہوا ہے ایسے میں ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا کہ حضرت مولانا نے سختی سے حکم دیا ہے کہ ان کو بلاؤ۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں ان صاحب کے ساتھ واپس گیا اور حضرت کے پاس جا کر بیٹھا اور آپ کی حواج پر کی کی تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بے ساختہ دوڑے اندر فزادہ ظاہر ہوتا شروع کر دیا۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ بہر حال اس وقت تکلیف اور بیماری میں ہیں اس کا طبیعت بہتر ہے۔ اس لئے میں نے قسلی کے کچھ کھلات کبے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے فرمایا کہ میں تکلیف اور بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں۔

ہیں۔ وہ مقصد یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ حتی الامکان اس مبارک جماعت کو غلط راستے پر پڑنے سے روکیں نہ ہو کہ اہل علم خود بھی جماعت کے ہاؤڈنیں بن جائیں۔

### تبلیغی جماعت کی بے اعتدالیوں

مثلاً ایک اہم بے اعتدالی یہ ہے کہ پہلے یہ ہوتا تھا کہ فتویٰ کے معاملے میں تبلیغی جماعت کے حضرات اور اہل علم نے مشکل عوام اہل انشاء کی طرف رجوع کرتے تھے مگر تب وہاں فتویٰ دینے کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے اور مسائل میں عام فقہاء است سے اختلاف کا ایک رجحان پیدا ہونے لگا ہے۔ اور بعض حضرات تقریق کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ مثلاً یہ بات چل پڑی ہے کہ اب تبلیغ کرنے والے کو اس مفتی سے فتویٰ پوچھنا چاہئے جو تبلیغ میں لگا ہوا ہو دوسرے علماء سے پوچھنا ٹھیک نہیں۔

اور بعض اوقات اسراء جماعت ایسے فیصلے کر لیتے ہیں جو شریعت کے مطابق نہیں ہوتے۔ مثلاً یہ بات کہ تبلیغ دعوت و فرض عین میں یہ فرض نکال دیا ہے اس بارے میں باقاعدہ ایک موقف اختیار کر لیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تبلیغ دعوت نہ صرف یہ کہ فرض عین ہے بلکہ اس خاص طریقے سے کہنا فرض عین ہے جو شخص اس خاص طریقے سے نہ کہ وہ فرض عین کا تارک ہے۔ یہ بھی بہت بے اعتدالی کی بات ہے۔ اسی طرح جہاد کے بارے میں بھی بے اعتدالیوں سننے میں آتی رہتی ہیں۔

### طلبہ تبلیغی جماعت میں شرکت کر سکتے ہیں

المؤلفندہ ہم تو اپنے طلبہ کو یہ ترغیب دیتے رہے ہیں کہ وہ تبلیغی جماعت میں جائیں، کیونکہ جماعت میں جانا خود اپنی اصلاح کے لئے بہت مفید ہے اس لئے کہ ایک لوگوں کی صحبت میں آتی ہے۔ اس کی وجہ سے اپنی کوتاہیاں دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اصلاح نفس کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ یہاں مدرسے میں آٹھ سال پڑھنے سے بھی فضائل اعمال کی اتنی اہمیت دل میں پیدا نہیں ہوتی جتنی ایک چلہ لگانے سے وہ اہمیت پیدا ہو جاتی ہے اور اعمال کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اس لئے ہم طلبہ کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ اس جماعت میں وقت لگائیں۔

### دوسری فکر

پھر حضرت مولانا نے فرمایا کہ مجھے دوسری فکر لگتی رہی ہے کہ اس جماعت میں عوام بہت کثرت سے آ رہے ہیں اور اہل علم کی تعداد کم ہے مجھے اندیشہ یہ ہے کہ جب عوام کے ہاتھ میں قیادت آتی ہے تو بعض اوقات آگے چل کر وہ اس کام کو غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جماعت کسی غلط راستے پر نہ پڑ جائے اور اس کا وہ بال میرے سر پر آ جائے۔ اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ اہل علم کثرت سے اس جماعت میں داخل ہوں اور وہ اس جماعت کی قیادت سنبھال لیں۔

حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ آپ کی فکر بالکل صحیح ہے لیکن آپ نے نو ٹیک بنی ہے اور صحیح طریقے پر کام شروع کیا ہے اگر آپ کے چل کر اس کو کوئی خراب کرے تو ان شاء اللہ آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ بہر حال یہ بات صحیح ہے کہ اہل علم کو چاہئے کہ وہ آگے آئیں اور اس کی قیادت سنبھالیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت اللہ علیہ سے بار بار سنا۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعلاخاس کا کیا عالم تھا اور ان کے جذبات کیا تھے۔

### تبلیغی جماعت کی مخالفت ہرگز جائز نہیں

لیکن اب یہ واقعہ صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ قیادت زیادہ تر ایسے حضرات کے ہاتھ میں ہے جو علم میں رسوخ نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ سے بعض اوقات کچھ بے اعتدالیوں سامنے آتی رہتی ہیں۔ ان بے اعتدالیوں کے نیچے میں جماعت کی مخالفت ہرگز جائز نہیں۔ اس لئے کہ بحیثیت مجاہد المی اللہ جماعت نے بہت بہترین کام کیا ہے اور اب بھی اچھا کام کر رہی ہے۔ لہذا اس جماعت کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے اور بھٹا ہو سکے اہل علم کو اس جماعت کے اندر شامل ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ تعاون کا سلسلہ برقرار رکھنا چاہئے۔ لیکن ساتھ ساتھ اہل علم کے داخل ہونے کا یہ فائدہ ہوتا چاہئے کہ جو بے اعتدالیوں پیدا ہو رہی ہیں ان کا سد باب ہو۔ لہذا جو اہل علم جائیں وہ یہ فکر اور سوچ لے کر جائیں کہ ہم ایک مقصد سے جا رہے

کہ یہ جماعت مصمم ہے اور اس میں ٹوٹی ٹکڑی غلطی نہیں ہے یا کوئی جامعہ ای نہیں ہے

### علماء دین کے جو کیدار ہیں

اہل علم دین کے جو کیدار ہیں ہم تو غالب علم ہیں۔ اہل علم کو اللہ تعالیٰ نے دین کا جو کیدار بنایا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب سے میں نے اس قسم کی کچھ باتیں عرض کیں جناب میں وہ صاحب کہنے لگے کہ یہ مولوی تو اسلام کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ جس چیز کے بارے میں کہہ دیں کہ یہ اسلام ہے تو وہ اسلام ہے اور جس کو یہ لوگ کہہ دیں کہ یہ اسلام نہیں تو وہ اسلام میں داخل نہیں۔ میں نے ان سے جواب میں کہا کہ اسلام کا ٹھیکیدار تو کوئی نہیں میں کل تک یہ کہتا تھا کہ اسلام میں داخل نہیں۔ میں نے ان سے جواب میں کہی اور بارشای میں داخل ہونا چاہیے اور اس کے پاس پاس نہیں ہوگا تو وہ جو کیدار اس شہاد کے کو بھی روک دے گا حالانکہ جو کیدار جانتا ہے کہ میں جو کیدار ہوں اور یہ شہادہ ہے مگر جو کیدار کے فرائض مضیٰ ہیں یہ بات داخل ہے کہ وہ شہادہ کے کو روکے کی طرح ہم دین کے ٹھیکیدار نہیں البتہ جو کیدار ضرور ہیں۔ ہمارا کام مجاز و دینا ہے۔ آپ کی تقسیم اور حکم ہمارے سر نگاہوں پر لیکن بحیثیت جو کیدار کے ہمیں یہ بتانا ہوگا کہ آپ کا یہ کام صحیح نہیں ہے۔ (درس نمبر ۵۷ ص ۲۸۸)

سلسلہ صفحہ ۶۰۶

ایک دوسرے پر اعتراض و تنقید کے مواقع تلاش کرتے رہیں کے اصل ”دعوت تبلیغ“ کی مقصدیت ہی دل سے نکل جائے گی اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا خسارہ نقصان ہوگا۔

اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

والآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

محمد القادری دہلوی مفتی شہزاد گڑھ

لیکن وقت لگانے والے طلبہ ساتھ ساتھ یہ بھی مد نظر رکھیں کہ اس جماعت میں مصدر جہ بالا ہے امتحانیاں بھی پائی جاتی ہیں ان امتحانوں سے خود متاثر ہونے کے بجائے ان کو دور کرنے کی فکر کرنی چاہئے یہ ہو کہ وہاں جا کر خود بھی بہرے اے اور ان کی ہاں میں ہاں ملائے لگے۔ ہر چہ درگاہن شک رفت بہک شد۔ یہ نہ ہونا چاہئے۔

یہ اس جماعت کی صحیح صورت حال ہے۔ اور الحمد للہ اب بھی ان بے اعتدالیوں کے باوجود بحیثیت مجموعی اس جماعت پر خیر غالب ہے اور بحیثیت مجموعی اس جماعت سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور اس جماعت میں شرکت کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے لیکن ان بے اعتدالیوں کی طرف بھی غلط دیکھی چاہئے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ جب کبھی کوئی شخص ان بے اعتدالیوں پر زبانی تنقید کرتا ہے تو اس کے خلاف یہ پروپیگنڈہ شروع ہو جاتا ہے کہ یہ شخص جماعت کا مخالف ہے یہ بڑی خطرناک بات ہے۔

### ان باتوں سے غلط نتیجہ نہ نکالو

تبلیغی جماعت کے بارے میں جو بات میں نے بتائی اس کو ایک تو ایسی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ اس لئے کہ بعض اوقات جب کوئی بات مجمع میں کہی جاتی ہے تو اس کو غلط سمجھ کر پھر غلط طریقے سے آگے نکل کر دیا جاتا ہے اور نقل کرنے میں حیا و فحشیتیں رکھی جاتی اور بعض اوقات بات کا ایک حصہ نقل کر دیا جاتا ہے اور دوسرا حصہ نقل نہیں کیا جاتا جس کے نتیجے میں اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اٹانفا سہ پھیلتا ہے۔ آپ حضرات کو بتلانے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ آپ حضرات اب درس نظامی سے قاصر بننے والے ہیں آپ حضرات کو ہر چیز کی حقیقت اس کے نکل میں معلوم ہونی چاہئے اور اس کے مطابق اپنا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے اس لئے یہ ساری باتیں آپ کو بتائی جا رہی ہیں۔ لہذا اس سے کوئی شخص یہ نتیجہ نہ نکالے کہ میں تبلیغی جماعت کے خلاف ہوں۔

### تبلیغی جماعت معصوم نہیں:

بہر حال میں نے آپ حضرات کو مکمل کر بتادیا کہ تبلیغی جماعت میں خیر غالب ہے لہذا اس جماعت کو بغیر تحقیق سمجھنا چاہئے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ لیکن خیر غالب ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے





## ”تبلیغ اور تعلیم کے لئے عورتوں کا سفر جائز نہیں“

جناب مولانا طارق جلیل القادری (شوالاپور)

گرامی قدر بحر محترم باد صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے مزاج گرامی بعافیت ہوں۔ طالب غیر پتھر ہے۔ حکم نامہ موصول ہوا۔ مسلسل اسٹار نے صرف تقریروں تک محدود کر دیا ہے۔ تحریری کام قتل میں پڑے ہیں۔ آج سوچا کسی نہ کسی طرح آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی جائے۔ دو تحریریں پیش خدمت ہیں ایک ”تبلیغ کے لئے ایک الاسلام یا الاسلام کے لئے“ تحریر طویل مگر جرأت مند اثناء ضروری ہیں۔

جہاں تک عورتوں کے تبلیغ میں نکلنے کا معاملہ ہے آپ نے مفتیان کرام کے خاطر خواہ فیصلے اور ماہرین علماء کے آرا شائع کئے ہیں وہ اس مسئلے کے لئے کافی اور ثانی ہے۔ میں قرآن اور تفسیر کے میدان کا آدمی ہوں اس تعلق سے دو آیتیں اور ان کی تفسیر پیش کروں گا مگر چند مضامین پہلے پیش ہیں۔ ماضی قریب اور ماضی بعید میں کوئی ایسی مثال نظر نہیں آتی جب کسی قاضی ذکر اور حدود شرعیہ کی پابند خاتون نے تبلیغ یا تعلیم کے لئے ترک سکونت کر کے سفر کیا ہو۔ تبلیغ و دعوت کے لئے اللہ نے نبیوں اور رسولوں کو متعین کیا ہے جو کہ سب کے سب مرز تھے یا شاہد ہے کہ دعوت و تبلیغ کی اصل ذمہ داری مردوں کی ہے یہ کام عورتوں کے دائرہ کار میں نہیں آتا ہے۔ انگوں میں اس قسم کی کوئی نظیر و مثال نہیں جئے پچھلے دلیل کے طور پر پیش کر سکیں۔ تعلیم کے لئے بھی عورتوں کا اہتمام کے ساتھ سفر

ہیں۔ انصاف فرمائیے کہ کیا یہ جائز کجب اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے اور نیک توفیق عطا کرے۔

آمین۔

سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا حکم صریح موجود ہے کہ (اے عورتیں) تم اپنے گھروں میں قرار سے بیٹھی رہو اور درواریت کے موافق باہر نہ نکلو۔۔۔ قرآن وحدیث میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حجاب نسواں کے بارے میں کم و بیش سات آیات اور ستر دایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو عورت گھر سے باہر ہی نہ نکلے اور اگر شرعی طبی ضرورت پڑے تو کچھ باہر مدحرم شرعی کے ساتھ نکلے واضح رہے کہ شرعی حدود و قیود کا خیال رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

عورتوں کی پہنچنی جماعت کے بارے میں آخری درخواست یہ ہے کہ جن اکابر کے فتاویٰ عدم جواز کے میرے سامنے آئے ہیں۔ ان جہاں علم کے سامنے میری کیا بنا بلا وحییت ہے کہ میں ان پر تہرہ کروں؟ جن شرائط و قیود کے ساتھ بعض حضرات نے خواتین کی جماعت کی اجازت دی ہے۔۔۔ وہ کم از کم میرے نگلے میں تو نہیں اترتی۔۔۔ کیوں؟۔۔۔ کیوں۔۔۔ اسلئے کہ ہم آج ایک ایسے احوال میں رہتے ہیں جہاں حصول علم کی اس قدر آسانیاں ہیں کہ اس کا تصور بھی آج سے پچاس سال پہلے نہ تھا۔ آج مستورات کو دین کیلئے اور دین سکھانے کے جو طریقے اور ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں۔۔۔ ان سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ کوئی مجھے سمجھائے کہ مستورات کی جماعت کی کیا ضرورت ہے جبکہ آسانی اور سہولت کے ساتھ گھر ہی پر دین سکھایا جاسکتا ہے؟ اور یہ مفید طریقہ ۱۴۰۰ سال سے رائج ہے اور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں۔ جہاں اسنے ذرائع موجود نہ ہوں۔۔۔ وہاں مستورات کی جماعت کی اجازت دینا۔۔۔ نہ جانے کتنے ناجائز امور کا باعث ہوگا۔۔۔ نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب

### عورتوں کا دائرہ عمل اس کا گھر ہے

اب نس سدا کے تعلق سے آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں اللہ نے سورہ احزاب آیت (۳۲) میں فرمایا وقد من فی بیوتکں - اور اپنے گھروں میں تک کر رہو۔ یہ واضح حکم اللہ کا عورتوں کے لئے ہے۔ آیت میں لفظ قرآن استعمال ہوا ہے۔ بعض اہل لغت اس کو قرار سے ماخوذ بتاتے ہیں اور بعض وقار سے۔ اگر اس کو قرار سے لیا جائے تو معنی ہوئے قرآن پکڑو تک کر رہو اور اگر وقار سے لیا جائے تو مطلب ہوگا سکون سے رہو بچپن سے بچپن۔ دونوں صورتوں میں آیت کا منطایہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے اس کو اسی دائرے میں رہ کر طہیّتان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہئے اور گھر سے باہر صرف بضرورت ہی نکلتا چاہئے یہ منشا خود آیت کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے اور نبی کریم ﷺ کی احادیث اور زیادہ واضح کر دیتی ہیں۔

حافظ ابو بکر بزاز حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے حضور ﷺ سے

عرض کیا کہ ساری فضیلت تو مردوں کے لئے گئے۔ وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی جاہدین کے برابر جہاد کے حصہ ﷺ نے جواب میں فرمایا اور خوب فرمایا من قعدت منکں فی بیتہا فانہا تدرک عمل المجاہدین تم میں سے جو گھر میں بیٹھ رہی ہو جاہدین کے عمل کو پا لگی۔ مطلب یہ ہے کہ جاہدوں جی کے ساتھ اسی وقت و خدا کی راہ میں جہاد کر سکتا ہے جبکہ اُسے اپنے گھر کی طرف سے پورا طہیّتان ہو اس کی بیوی اس کے گھر اور بچوں کو سجال بیٹھی ہو اور اُسے کوئی خطرہ اس امر کا نہ ہو کہ اس کے پیچھے کوئی محل کھلا بیٹھے کی یہ طہیّتان جو عورت اُسے فراہم کرے گی وہ گھر بیٹھے اُس کے جہاد میں برابر کی حصہ دار ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث ﷺ کا اثر نقل کرتے ہیں ان المرأة عورة فانما خرجت استستر فہا الشیطان واقرب ما لکون بروحة رہا وہی فی قعر بیتہا (ترمذی)

ثابت نہیں۔ بے شک عورتوں میں اہل دوجہ کی عقل بھی گزری ہیں اور حدیثیں روایت کرنے والیاں محدثات بھی مگر سب ہی نے وہ علم اور حدیث اپنے گھروں میں ہی سیکھا اور اپنے گھروں کو درس گاہ بنایا چند مثالیں پیش ہیں۔

عہد صحابہ میں عورتوں کا نظام تعلیم:

ایک محدث ہیں "کعبہ بنت کعب بن مالک حالانکہ ان کے والد خود صحابی ہیں مگر یہ اپنے خسر حضرت ابوقحافہ سے وہ مشہور حدیث روایت کرتی ہیں جو لمبی کے جوڑھے کے بارے میں حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ذکر ہے اور خود ان سے حضرت حمیدہ بنت عہد بن رافعہ تابعیہ روایت کرتی ہیں۔ حدیثنا فی سورہ اللہرة عن ابی قتادہ و عنہا حمیدہ بنت عہد۔ اس سے درودال میں عورتوں کی تعلیم کے بارے میں چلن معلوم ہوتا ہے۔

ایک اور محدث ہیں حنی بنت معاویہ الصرمیہ ان کے بارے میں ہے روت عن عمہا عس النسی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی یہ اپنے چچا کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ سے حدیثیں روایت کرتی ہیں۔ عبدالرحمن بن سعد کی بیٹی عمرہ ہیں یہ حضرت عائشہ کے گھر میں ان سے حدیث سمجھتی تھیں یہ چند نمونے ہیں ان سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ درودال میں مسلم خواتین تبلیغ تو اہلک تعلیم کے لئے بھی سر نہیں کرتی تھیں جو کچھ حاصل کرتی تھیں اپنی استعداد کے مطابق اپنے شہر اپنے محلہ بلکہ اپنے گھروں میں ہی حاصل کرتی تھیں اور بڑے کے شدیدہ استقام کے ساتھ مرد و طالب تھیں تو اپنے گھر کے علم سے فیضیاب کرتی تھیں۔ امام شافعیؒ سمیت بہت سے اپنے وقت کے امام اور بزرگ رہتیاں ہیں جن کے علم پر بہت سی حاملہ و فاضلہ خواتین اسلام کا احسان ہے۔ ابن عساکر کا بیان ہے میں نے اسی (۸۰) سے زیادہ عورتوں سے علم حدیث حاصل کیا ہے۔ بحان اللہ کس پایہ کا علم ہوگا ان قابل احترام خواتین کا۔

بے شک عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان تاک میں لگ جاتا ہے۔ عورت اللہ کی رحمت سے قریب تر اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر رہتی ہے۔

ادھر جو درود (۲) صحیح حدیثیں لکھی گئی ہیں ان کے آخری حصوں پر نظر رکھیں۔ خاص طور سے تم میں سے جو گھر میں بیٹھ رہ سکی وہ جہاد میں برابر کی حصہ دار ہوگی اور بلا ہین کے عمل کو پاگئی۔ اور دوسری حدیث کا یہ حصہ کہ "عورت اپنے رب کی رحمت سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر رہی حصہ میں ہو اس ارشاد رسول ﷺ کے بعد تو عورت کو کسی دینی عمل میں شریک ہونے اور ثواب و فضیلت حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر آنا ہی نہ چاہئے۔ اب گھروں سے عورتوں کو تبلیغ میں نکالنے والے اس عمل سے اگر ثواب اور اللہ کی رحمت چاہتے ہیں تو انہیں ہرگز عورتوں کو تبلیغ کے کسی بھی عمل میں نہیں نکالنا چاہئے اور اگر ثواب و رحمت کے علاوہ شہرت و ناموس کی دکھا دیا خواہشات نفس کی پیروی ہو تو ایسے لوگوں کے لئے کیا قرآن اور کیا حدیث اور کہاں کی فقہ؟ ایسے لوگوں کے لئے ان کی خود ساختہ شریعت ہی سب کچھ ہے۔ ایک بات اور واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں مردوں اور عورتوں کے دائرہ کار اور کام کے میدان ضرور الگ ہیں مگر عمل کے اجر و ثواب میں کوئی فرق نہیں اس آیت کے تحت حضرت مسیح موعودؑ کا یہ کیا خوب لکھتے ہیں فرماتے ہیں

"اس آیت سے پردہ کے متعلق دو باتیں معلوم ہوئیں اور یہ کہ اصل مطلوب عند اللہ عورتوں کے لئے یہ ہے کہ وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں ان کی تکمیل گھریلو کاموں کے لئے ہوئی ہے ان میں مشغول رہیں اور اصل پردہ جو شرعاً مطلوب ہے وہ حجاب البیوت ہے۔

منہی صاحبؑ کے اس جملے پر نظر رہے کہ اصل پردہ حجاب البیوت ہے۔ یعنی پردہ کا اصل ذریعہ عورت کے لئے ان کے گھر میں حجاب اور برقع کی حیثیت نعمتی اور ثانوی اور وقت ضرورت

ہے چاہے یا گھر کے جرابوں اور ستافوں کی خصوصی پہچان سمیت ہی کیوں نہ ہو۔

میرے اس موقف کی تائید اسی آیت کی دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے کہ

وَالْفَكْن مَایَطِل فِی بَیْرِ وَتَكُن مِّنْ آیَاتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَۃِ - آیت کا سیدھا سا اور ترجمہ ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں ہی اللہ کی کتاب اور حدیث رسولؐ سیکھیں اور یاد کریں۔ جب تعلیم کے لئے یہ واضح حکم ہے تو تبلیغ کے لئے نکلا اور نکالنا کیا معنی ہے اس آیت سے ان لوگوں کے مدارس پر موالید نشان لگ جاتا ہے کہ لوگوں کے موجودہ مدارس اللہ کی منشاء کے خلاف ہیں۔ اگر آیت کا لفظی ترجمہ کریں تو معنی ہونگے۔ اور یاد کرو جو خطاوت کی گئی تمہارے

گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت (منت نبوی) سے۔ ان دونوں آیتوں کی رو سے عورتوں کا تعلیم و تبلیغ کے لئے گھروں سے نکل کے خود ساختہ و پرداختہ ثواب کے لئے یہاں وہاں مارے مارے پھرتا قطعاً درست نہیں جب جہاد کے لئے نہیں تو تبلیغ کے لئے تو بالکل نہیں کیونکہ تبلیغ عورت کے دائرہ کار اور میدان عمل سے باہر ہے۔ قرآن وحدیث میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے مینہ نہ کرنا استعمال ہوا ہے۔ رہا تعلیم کا معاملہ تو حکیم الامت حضرت قانونیؒ اپنے مواضع و کلمات عہدیت کے وصف "منازعہ الملوکی" ص ۸۹ میں فرماتے ہیں

"عورتوں کو وہ کتابیں پڑھوائیے جن میں ان کی ضروریات دینی لکھے گئے ہیں او

ر ان کو سیدھا سیدھا پڑھائیے۔ ان کے ہاتھ میں کتاب دے کر بے فکر نہ ہو جائیے۔

عورتیں اکثر احمق اور فہم کنج نہیں ہوتی ہیں یا تو کتاب کے مطلب کو سمجھیں گی نہیں یا کچھ کا کچھ سمجھ لیں گی۔ اس کا اصل طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کر کے گھر کا کوئی مرد بیٹیوں کو اکٹھا کر کے وہ کتابیں پڑھا کرے یا اگر وہ پڑھ نہ سکتی ہوں تو ان کو بتایا کرے مگر نظر تعلیم کی غایت اور عرض پر ہے صرف ورتی کر دانی نہ ہو جو جو مسئلے ان کو پڑھائے جائیں یا سنائے جائیں ان پر عمل کی نگرانی بھی کی جائے۔ یہ بھی

نہیں۔

کیونکہ جو تین تین سال وہ اپنے ماں باپ کے سامنے ملے رہ کر سرسرا کے آداب اور اخلاق سیکھ سکتی اور جو تین تین سال اس کی زندگی اس کے مستقبل کے لئے بنیاد بن سکتے تھے ماں باپ اور گھر کے بڑے بوڑھوں سے پتکڑوں میں دو گز نہ گئے۔ اس طرح اُسے یہ تو معلوم ہو گیا کہ وضو اور غسل میں کتنے فرض ہیں لیکن یہ نہ دیکھ سکی کہ سرسرا والوں سے گز نہ کر کیسے کی جائے چھوٹے بڑوں سے گفتگو کیسے کی جائے۔

اس لئے اس معاملے میں میرا مسلک اور عمل وہی ہے جو اکابر اہل کمال کا اور خود

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا تھا اور اسی کو بہتر اور اس کے علاوہ کو نامناسب سمجھتا ہوں والسلام۔

ختم شدہ صفحہ ۹۳

خبر نہیں کیا جا سکتا اس سے مجھے اپنے کام کی صداقت و حقانیت کا اطمینان ہوتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ میرے کاموں کے اندر بھیجی ہوئی تریپ درود کرب و کربانی ہوئی روح اور جذبہٴ اصلاح و تعمیر کو پوری بصیرت و انصاف کے ساتھ محسوس فرمائیں گے اور اپنی ذواتِ صالحہ اور مبادیات و مشوروں سے نوازتے رہیں گے۔ اللہ آئیے کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

والسلام

محمد ابراہیم یوسف باوا تلیفی رگونی

قاعدہ ہے کہ مسئلہ پڑھنے سے یاد نہیں رہتا بلکہ اُس پر کار بند ہو جانے سے خوب ذہن نشین ہو جاتا ہے اور اگر کوئی بی بی پر بھی ہوئی میسر ہو تو وہی کتاب لے کر دوسری بی بیوں کو پڑھائیں یا سکھائیں (منازیحہ المصی ۶۱۲)

قرآن و حدیث اور اکابر کے مسلک کا استخراج میں نے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس میں تبلیغ تو دور تعلیم کے لئے بھی موعظتوں کو ضرورت نہیں جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جھک جمل والے سڑکوں بطور سند پیش کرتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اُس واقعہ کے بعد حضرت عائشہؓ جب بھی طاہرات کرتے کرتے اس آیت سے گزرتیں و قدن فی بیوتن کن تو روتے روئے تنگی ملک جاتی اور خوش گھاس جاتیں۔

جماعت میں موعظتوں کے ٹکٹے کے نقصانات:

جماعت کی سرپرستی میں یہ جو تین سالہ عالمہ کا کورس روح ہو گیا یہ برنحوہ غلط ہے اور بوجہ غلط ہے۔ یہ اسلاف و اکابر کا طریقہ ہے قرآن و سنت کا مطلوب ہے تو اس سے برکتوں کا ظہور کس طرح ہوگا۔

کمال ہے بے چارہ مردوں سال تک جیر کا پینہ سر پر یہ نہ بچائے تو بھی پورا عالم نہ بے لگن عورت یعنی بی بی عورت تین سال میں عالمہ بن جائے یہ عالمہ لگی ویسے ہی ہے جیسے چار چلکانے کے بعد لوگ علامہ بن جاتے ہیں۔

تین سال میں عالمہ کیا ہوتے ہاں عالمہ ہونے کا احساس ضرورت سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ بیواہ کر سرسرا جاتی ہیں تو اپنے ماسوا سب کو لگی نظروں سے دیکھتی ہیں۔ اپنے علاوہ سب کو بالکل مطلق سمجھتی ہیں ایسے ایسے فتوے صادر کرنے لگتی ہیں کہ متعلقین کا تعلقہ بند ہو جاتا ہے۔ آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے آکر بیٹھ رہتی ہیں کہ اپنے ماسوا کسی کو کچھ سمجھتی ہی